دار العلوم حقانیہ
اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ
الحق
ماہنامہ
بیاد
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ
بانی دار العلوم حقانیہ
مدیر
مولانا سمیع الحق
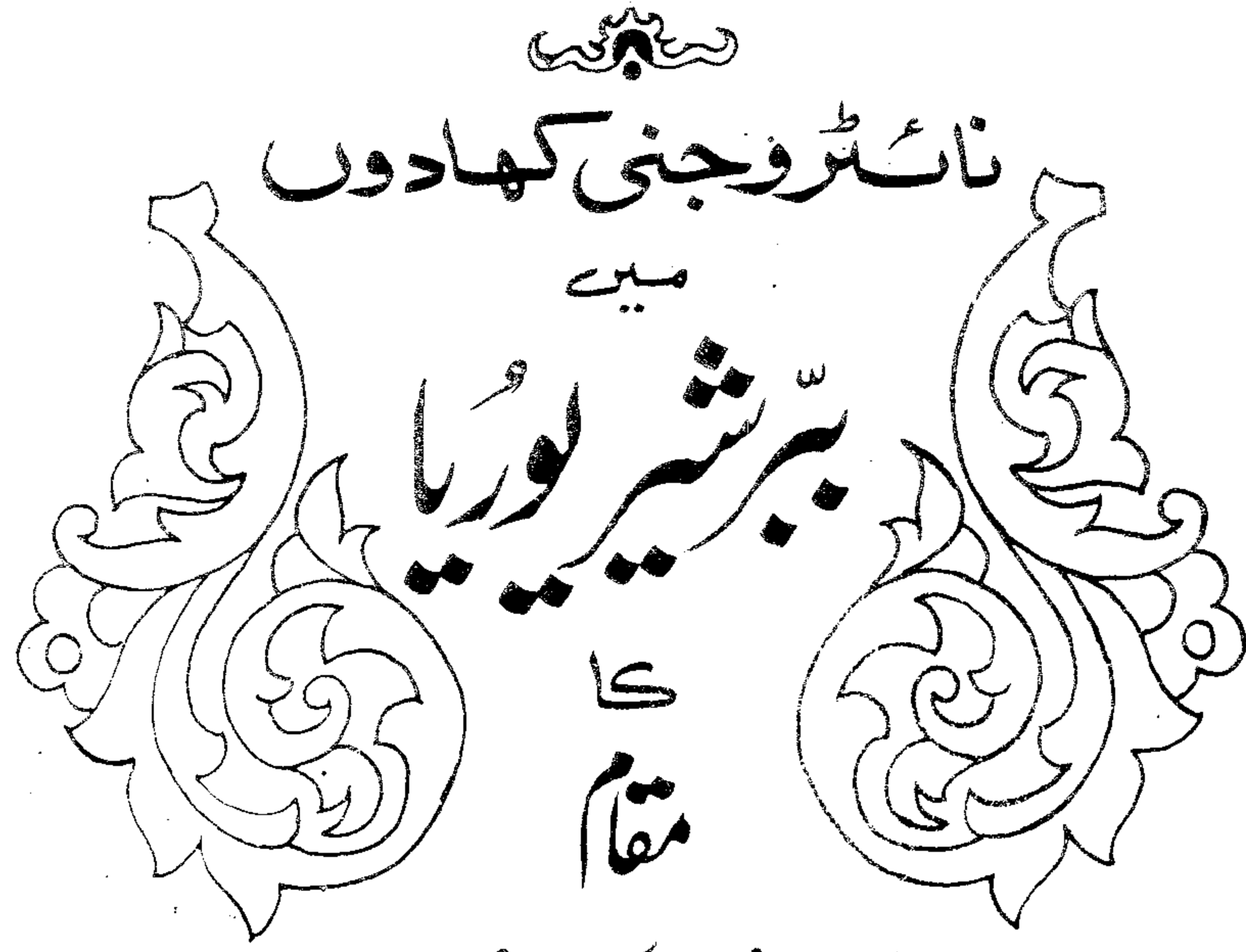
فہرست مضامین

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ تا ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ | جلد نمبر ۳۰ | اکتوبر ۱۹۹۴ء تا ستمبر ۱۹۹۵ء ۔

مضامین کی فہرست موضوعات کے لحاظ سے سلسلہ واران صفحات سے دی گئی ہے جو ہر صفحے کے نیچے لکھے ہوتے ہیں یہ فہرست جلد کے آغاز میں لگوائی جائے ۔ مدیر

نقشِ آغاز (اداریہ) مدیر

وفیات

قرآنیات

احادیث نبوی اور سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اسلامی قوانین ، فقہ اور اسلامی نظام حکومت وآئین

دینی مدارس، علم اور علماء اور نصاب تعلیم

اصلاح وارشاد دعوت وتبلیغ اور تصوف

فرق باطلہ کا تعاقب اور تہذیب مغرب

بحث وتحقیق سائنس ومعاشیات

عالم اسلام الجزائر، بوسنیا، کشمیر، وسطی ایشیا کی نو مسلم ریاستیں وغیرہ

اسلامی تحریکات اور تاریخ وسوانح

ادبیات

افکار وتاثرات

دار العلوم کے شب وروز

تعارف وتبصرۂ کتب

اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت
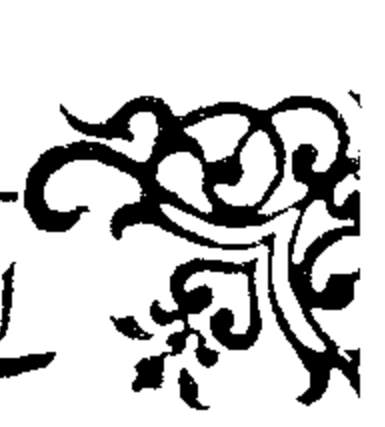
جلد ـــ ۳۰
شمارہ ـــ ۱۲
ربیع الثانی ـ ۱۴۱۶ھ
ستمبر ـ ۱۹۹۵ء

ماہنامہ اکوڑہ خٹک

الحق

بیاد
حضرۃ مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ عامہ
مدیر :ـ عبدالقیوم حقانی

مدیر اعلیٰ
حضرۃ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی
ناظم ـ شفیق فاروقی

ایگزیکٹو ایڈیٹر
حافظ راشد الحق سمیع

فون : ۳۴۰، ۴۳۵، ۵۲۴۹۱ کوڈ

اس شمارے کے مضامین

پاکستان میں سالانہ ۱۰۰/- روپے فی پرچہ ۱۰/- روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۶/- پونڈ بیرون ملک ہوائی ڈاک ـ ۱۲/- [illegible]
سمیع الحق استاذ دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نقشِ آغاز

* قیام امن وسلامتی کا مسئلہ۔
* کارِ اصلاح کا نقطہ آغاز! دو تبدیلیاں۔

زوال پذیر معاشرہ میں بدامنی، قتل وغارت، چوری، ڈکیتی، اغوا، خیانت، ملاوٹ، رشوت، جبر، ظلم اور اسی نوع کے دوسرے معائب کا پایا جانا نہ صرف مستبعد نہیں بلکہ یہ رذالتیں، دلیل ہیں اس امر کی کہ معاشرہ زوال پذیر ہے اور قوم رو بہ انحطاط ہے اور اس دلیل کا جواب، قوم کی مالی فروتنی، کارخانہ داری، اُدھار لے کر سات سات، نو نو منزلہ عمارتوں کی تعمیر سے نہیں دیا جاسکتا۔ اس لیے کہ قومیں اگر بلڈنگوں کی تعمیرات، مارکیٹوں کی رونق اور کارخانہ داروں کے وسیع جال بننے سے عروج وارتقاء حاصل کرتی ہوتیں تو آج امریکہ، روس اور جاپان کی جگہ عادؔ، ثمود اور ہود پوری دنیا پر چھائی ہوتی اور زار روس کا ڈنکا چہار دانگ عالم میں بجتا سنائی دیتا، لیکن ایسا نہیں ہوا، اس لیے کہ قضاو قدر کا اصول یہی ہے کہ اذا اردنا ان نھلك قریة امرنا مترفیھا ففسقوا فیھا فحق علیھا القول فدمرنا ھا تدمیرا (ہم جب کسی ملک کو ہلاک وبرباد کردینے کا فیصلہ کرلیتے ہیں تو ہمارے قانون کے مطابق اس کے مرفع الحال بے راہ رو لوگ فسق وفجور کی زندگی اختیار کرلیتے ہیں تو جب وہ ایسا کرنے لگتے ہیں تو ان پر ہمارا نوشتہ صادق آتا ہے اور ہم انہیں تہس نہس کردیتے ہیں)

اس قانون کے مطابق قوموں کی عزت وذلت اور عروج وزوال کا دارومدار مادی ترقیات اور مالی ثروت پر نہیں بلکہ اخلاقی قوتوں پر ہے۔ اس اعتبار سے اگر ہمارے معاشرے میں مذکورہ عیوب وبداخلاقیاں پائی جاتی ہیں تو ان پر تعجب وحیرت کی گنجائش نہیں ــــــ لیکن جو چیز اس وقت تشویش واضطراب کا باعث بن رہی ہے وہ یہ ہے کہ یہ اخلاقی اور معاشرتی بدعنوانیاں اب اس مرحلے کو چھو رہی ہیں کہ پوری قوم ان سے متاثر ہورہی ہے اور دکھائی یوں دینے لگا ہے کہ قوم کے اجتماعی مزاج میں بگاڑ اس حد تک پیدا ہوچکا ہے کہ اگر اس وقت کسی مضبوط قوت نے ملت کا رُخ قتل وغارت گری، فسق وفجور، معصیت، ظلم وتعدی اور فحاشی وبے حیائی سے موڑ کر، اطاعت وفرمانبرداری، عدل وانصاف اور پاکبازی وپاکدامنی کی جانب نہ موڑ دیا تو ہم نوشتہ الٰہی کے مطابق اس غار میں اوندھے منہ گرا دیئے جائیں گے جس میں ہم سے پہلے بہت سی متمدن، مہذب برسر اقتدار، عروج واقتدار سے بہرہ ور اور مادی ترقیات میں ہم سے کہیں فائق تر قومیں گرائی جاچکی ہیں اور اب ان کی حیثیت اس کے سوا کچھ

نہیں کہ ان کے نام اور اعمالِ بد عبرت و موعظت کے لیے سنائے جاتے ہیں۔

اس وقت جس صورت حال سے ہم دوچار ہیں، اخبار بین طبقہ اس سے ناواقف نہیں، جس ہولناک کثرت سے انسانی شہ رگ کا خون ہمارے شہروں میں بہایا جانے لگا ہے اس سے یہ حقیقت پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی کہ ہم درندگی اور بربریت میں اس قدر آگے بڑھ چکے ہیں کہ ہمارے نزدیک ایک انسان کی گردن کاٹنے اس کے پیٹ میں چھرا گھونپنے اور اس کے سینے میں گولی پیوست کرنے کی اہمیت اس سے زیادہ نہیں کہ کوئی کھلنڈرا، کسی جانور کو اپنے سامنے باندھ کر نشانہ بازی کرنے کی مشق کرنے لگے۔ بالفاظ صحیح انسانی جان کا احترام ختم ہوچکا ہے اور ہم میں سے ہر شخص وحشت زدہ اور مبتلائے خوف ہے۔

گاڑیوں اور بسوں میں ڈاکوؤں کی رفتار اتنی تیز ہوچکی ہے کہ ہر مسافر دوران سفر اس خطرے کو اپنے سر پر منڈلاتے دیکھتا ہے کہ کوئی افتاد نہ پڑ جائے اور بجائے اس کے زندہ وجود کے اس کی لاش اس کے گھر پہنچا دی جائے۔ گویا سفر ایک تو اس وجہ سے خطرناک ہوگیا ہے کہ سڑکوں کے حادثات ناگفتہ بہ حد تک تجاوز کرچکے ہیں اور دوسرے غارت گری کی وجہ سے۔ اغوا کی لعنت نے تو سکول کے بچوں سے نوجوان بیاہتا بیویوں تک کی جان اور عصمت دونوں کو پُر خطر بنا دیا ہے اور نہیں کہا جاسکتا کہ کس سکول اور کالج کی بچیوں پر کس وقت کون سی مصیبت نازل ہوجائے اور کس بہو بیٹی کو غنڈے، سڑک اسٹیشن، موٹروں کے اڈے سے ہی نہیں، ان کے گھر کی چار دیواری سے اچک کر لے جائیں اور اس کے ورثا تازندگی اپنے قلوب کو رستے ناسور کے حوالے کردیں۔

قتل۔ ڈکیتی اور غنڈہ گردی کے اس مہیب ماحول میں ملاوٹ، خیانت اور بداخلاقی کے دوسرے عنوانات پر کسی بحث کی گنجائش نہیں اور قتل، ڈکیتی، غنڈہ گردی تنہا انہی تین جرائم نے شہروں اور قصبات و دیہات، سبھی جگہ کے شرفاء کو اسیر کر رکھا ہے اور ہر کمزور کا دل اس تصوّر سے دھڑکنے لگتا ہے کہ نہ جانے راہ چلتے کوئی بدقماش اس سے کیا سلوک کرے اور اس کی جان وعزت پر کیا گذرے۔

نہیں، ایک قدم اور آگے بڑھیے۔ آپ محسوس کریں گے کہ اب یہ خوف وہراس صرف شرفاء اور کمزوروں پر ہی مسلط نہیں پچھلے چند ماہ میں جس تیز رفتاری سے ڈاکہ زنی اور قتل وغارت کے واقعات رونما ہوئے ہیں ان کے بعد تو اب ہر زور آور، پارٹی باز، غنڈہ اور غنڈوں کے سرغنوں تک پر یہ ہول طاری ہوگیا ہے کہ کہیں کوئی سنسناتی ہوئی گولی اس کے سینہ میں پیوست نہ ہوجائے اور نہ جانے کس لمحے کوئی خنجر اس کی پیٹھ میں گھونپ دیا جائے۔

یہ وحشت انگیز ماحول یکایک پردۂ غیب سے منصۂ شہود پر ظاہر نہیں ہوا۔ بڑی دھیمی رفتار سے اس نے آغاز سفر کیا، جب اس نے دیکھا کہ محافظ غافل اور شکار مدہوش ہے تو اس نے قدم تیز کردیئے۔ جب اسے محسوس ہوا کہ چار سُو ہُو کا عالم ہے اور راعیہ پرجا سبھی اپنے دھندوں میں مصروف اس کو نظر انداز کیے ہوئے ہیں تو یہ بدمست ہاتھی

کی طرح شور مچاتا اور چنگھاڑتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ ایسے ہی اس نے معاشرے اور اس کے رہنماؤں میں بہت کو اپنا سرپرست اور معاون بنایا۔ تو اب اس نے طوفان کی صورت اختیار کر لی ہے۔ اور ٹھیک اس وقت جبکہ اس کی تباہ کاریوں کے خلاف اظہار اضطراب ہونے لگا ہے، اسی لئے، ہمارے ہاں کے سینما ہالوں اور ٹی وی پروگراموں میں ہر روز لاکھوں انسانوں کو قتل، ڈکیتی، اغوا اور بدمعاشی کے ایسے ایسے گر پردۂ سکرین پر عملی صورت میں دکھائے جا رہے ہیں کہ جن سے سینکڑوں افراد قتل کر کے پولیس اور پبلک دونوں کی نگاہوں سے اوجھل ہوتے ہیں کامیاب ہو رہے ہیں۔ ہم اپنے کتب خانوں، اپنی لائبریریوں اور اپنے اخبارات کے ذریعہ ہر صبح بے شمار ڈرامے، افسانے، قاتلوں کی کہانیوں اور "کامیاب غنڈوں" کی آپ بیتیاں اپنے ملک کے باشندوں تک پہنچا رہے ہیں، جن کو پڑھ کر وہ جرائم اور مظالم کے نئے نئے طریقوں سے آگاہ ہو رہے ہیں اور ان کی مشق میں بھی کامیاب ہو رہے ہیں۔ علاوہ بریں، ہمارے ہاں جو قانون رائج ہے جس نظام شہادت پر فصل خصومات کا بنیاد ہے، مقدمات کی پیروی کے لیے جو وکلاء پارٹ ادا کر رہے ہیں اور عدالتیں جس رفتار سے مقدمات کا فیصلہ کر پا رہی ہیں یہ سب عناصر مل جل کر ایسی فضا تیار کر رہے ہیں کہ مجرم سزا کے خوف سے بے نیاز ہو کر ارتکاب جرم کرے۔ ہر شریف آدمی عدالت کے کٹہرے میں شاہد کی حیثیت سے کھڑے ہونے سے گریز کرے اور جو کسر ان عناصر جزا و سزا سے رہ جائے اسے رشوت و سفارش کا عفریت پوری کر دے۔

سوچئے! اگر قتل کے ایک مقدمے کا فیصلہ چار یا پانچ سال کے بعد ہو۔ چوری کے مقدمے کے فیصلے ہونے تک مسروقہ مال کی طبعی عمر ہی ختم ہو جائے، اغوا کے مقدمے میں اغوا کنندہ مستغیث کو اپنے وکیل کے ہاتھوں اتنا ذلیل کرے کہ وہ آئندہ نسلوں کو بھی وصیت کرنے پر مجبور ہو جائے کہ کبھی بھی اغوا کی رپٹ نہ لکھوائی جائے تو اس کا انجام اس کے سوا کیا نکلے گا کہ یہ جرائم روز افزوں ترقی کریں اور معاشرے کے افراد دو حصوں میں منقسم ہو جائیں۔ ایک جانب خونخوار بھیڑیئے اور دوسری جانب مدافعت کی صلاحیت سے محروم بھیڑیں۔ اس کے برعکس اگر ہوتا یہ کہ:

الف ۔ ایسے مربی افراد، معاشرے میں موجود ہوتے جو اپنے قول و سیرت دونوں سے افرادِ معاشرہ کو یہ یقین دلا سکتے کہ اس ناپائیدار زندگی کے بعد نہ ختم ہونے والی زندگی شروع ہوگی اور اس کے اچھے برے ہونے کا تمام تر دارومدار اس دنیا کی چند روزہ زندگی کے درست اور نادرست ہونے پر ہے۔

ب ۔ حکمران وہ ہوتے ہیں جو مناصب اور عہدوں کے حریص نہ ہوتے اور ہر آن اس یقین سے سرشار ہوتے کہ وہ عوام و خواص کی جانوں ان کے اموال، ان کی عزتوں اور عصمتوں کے نگران ہوتے اور ان کی کامیابی و نامرادی کا مدار اسی پر ہے کہ وہ اپنے ذمہ عائد کیے گئے فرائض سے کس طرح عہدہ برآ ہوتے ہیں۔

د ۔ عدلیہ اور انتظامیہ کا محور وہ قانون ہوتا جس کی رو سے قتل تک کے مقدمے کا فیصلہ چند گھنٹوں میں بھی ممکن ہوتا اور صورتِ حال یہ ہوتی کہ ادھر ایک یا چند اشخاص نے کسی کو قتل کیا۔ دوسرے لمحے ان پر مقدمہ چلا، شہادتیں

ہوئی ۔جج نے محنت شاقہ برداشت کی ، مقدمے کے ہر پہلو پر غور کیا ، فیصلہ صادر کیا اور جلّاد نے بھرے مجمع میں قاتل کا سر تن سے جدا کر دیا ۔چور نے مال چرایا ۔ثبوت بہم پہنچا ، پانچ یا دس ہزار کی جمعیت کے روبرو چور کا ہاتھ کاٹ دیا گیا زانی کو سزا وار قرار دے کر ہزاروں افراد کے سامنے سنگسار کر دیا گیا ۔

خدارا بتلایئے ! اس وقت آپ کی آنکھیں کس حقیقت کا مشاہدہ کرتیں ؟ اس کا جسے ہم آج اپنے گرد و پیش رقص کرتا دیکھ رہے ہیں ۔ یا دیکھنے والے یہ دیکھتے کہ ایک واقعہ سنگساری اور ایک سزائے قطع ید اور قصاص کے بعد مدتوں زنا، چوری اور قتل کی کوئی واردات دیکھنے یا سننے میں آئی ہی نہیں ۔

ہم یقین بھرے دل سے کہتے ہیں کہ آج ہم جس صورتِ حال میں گرفتار ہیں ، اس سے بچ نکلنے کی کوئی صورت اس کے سوا نہیں کہ ۔

الف :۔ ایمان و یقین کی دعوت اور اصلاح اخلاق کی جدوجہد کا آغاز از سرِ نو اس انداز سے ہو کہ فسق و معصیت کے بادل چھٹ جائیں ۔قلوب اللہ علام الغیوب کی جانب مائل ہوں ، اس سے ڈریں ، دنیا کی لذتوں کے بالمقابل آخرت کی نعمتوں اور دنیا کی تکالیف سے بچنے پر آخرت کے عذاب سے محفوظ رہنے کو فیصلہ کن ترجیح دینے لگیں ۔

ب :۔ حکمرانوں اور حکام کا نقطۂ نظر بدل دیا جائے ۔مغربی افکار نے جو تصورِ حکمرانی اور حکومت کے مناصب کا ہمیں دیا ہے اس سے دستکش ہو کر مناصبِ حکومت کو ذمہ داری ، مسئولیت ، خدمتِ خلق اور مملکت کی امانتوں سے عہدہ برآ ہونے کا ذریعہ سمجھیں اور یہ یقین کر لیں کہ ان کی نجات و فلاح اس وقت تک ممکن نہیں جب تک وہ اپنے ذمہ تفویض کردہ امور و معاملات کو بخشندہ منصب خدائے ذوالجلال کی منشا کے مطابق انجام نہیں دیں گے ۔

یہ دو تبدیلیاں ہمارے نزدیک کارِ اصلاح کا نقطۂ آغاز بھی ہیں اور جس تشویش انگیز صورتِ حال سے ہم دوچار ہیں اس سے نکلنے کا واحد ذریعہ بھی ——— مگر ہم تاسف و اندوہ کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اور سبھی کچھ ہو رہا ہے مگر یہی کام جس مؤثر انداز میں ہونا چاہیئے ، نہیں ہو رہا ۔

اللّٰھم وفقنا جمیعاً لما تحبہ وترضاہ ۔

(عبدالقیوم حقانی)

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

نبوت محمدیؐ کا کارنامہ

انسان کی اہمیت

دنیا کا مقدر انسان کے مقدر سے برابر وابستہ رہا ہے، اور رہے گا، اس کی سعادت و شقاوت، بلند اقبالی اور نحوست کا تعلق انسان ہی کی ذات سے رہا ہے، چنانچہ اگر حقیقی انسان کا وجود رہے، اور دنیا کی ہر قابل فخر چیز، مال و دولت، اور زیب و زینت ختم ہو جائے تب بھی کوئی ایسی بڑی مصیبت نہیں آجائے گی، اور نہ دنیا کا کوئی بہت بڑا خسارہ ہو جائے گا بلکہ حقیقی انسان کا وجود ہر گم شدہ چیز کا نعم البدل، ہر محرومی کی تلافی، اور ہر بیچارگی کا درماں ثابت ہوگا، اور انسان اپنے نشاطِ کار، جوشِ عمل، قوتِ کارکردگی اور محنت و ہمت سے دنیا کو وہ تمام چیزیں دوبارہ مہیا کر دے گا، جو دنیا نے کھو دی ہوں گی، اور صرف یہی نہیں بلکہ پہلے سے بہتر اور بڑھ کر فراہم کر دے گا، اور اگر دنیا یا دنیا کے کسی ذمہ دار کو یہ اختیار دیا جائے کہ وہ انسان بغیر دنیا یا دنیا بغیر انسان میں سے کسی ایک کا انتخاب کر لے (اور وہ اس انتخاب میں عقل سلیم اور خدا کی دی ہوئی قوتِ تمیز سے کام لے) تو اس کا انتخاب یقیناً انسان ہی ہوگا، اور اس میں اسے کسی تردد و تذبذب کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا، اس لیے کہ دنیا انسان ہی کے لیے بنائی گئی ہے اور اس کی عزت و قدر و قیمت اسی کے سبب سے ہے۔

اس دنیا کی بدبختی و بدنصیبی آلات و وسائل اور ساز و سامان کا فقدان نہیں، بلکہ ان آلات و وسائل کا غلط اور بے محل استعمال ہے، اس دنیا کی طویل اور حادثات سے بھری ہوئی تاریخ میں دنیا کو جو کچھ مصیبت پیش آئی اس کا سبب انسان کی گمراہی، راہ راست، اور اپنی فطرتِ سلیمہ سے انحراف ہے ـــــ وسائل و ذرائع تو انسان کے لیے ہاتھ میں خاموش اور معصوم آلات ہیں، جو اس کا حکم مانتے اور اس کی مرضی پوری کرتے ہیں، ان آلات کا اگر کوئی قصور ہو سکتا ہے، تو یہی ہو سکتا ہے کہ وہ اس مصیبت میں سرعت و تندی اور اس کی کمیت و کیفیت میں وسعت پیدا کر دیتے ہیں۔

انسانی فطرت کے اسرار و عجائبات

یہ وسیع کائنات اسرار و رموز اور عجائب و غرائب سے اس طرح بھری ہوئی ہے کہ اس کا حسن و جمال عقلوں کو مبہوت بنا دیتا اور دہشت و حیرت میں مبتلا کر دیتا ہے۔

لیکن اگر انسانی فطرت کے اسرار و عجائب، اس کے امکانات اور مخفی صلاحیتوں، قلب انسانی کی گہرائی اور گیرائی، فکر انسانی کی بلند پروازی اور ذہنی افق کی وسعت، روح انسانی کے سوز و گداز، اس کی متناہی امیدوں اور آرزوؤں، اس کی بلند ہمتی و عالی نظری جس کی کوئی انتہا نہیں اور جو فتوحات، لذتوں اور مسرتوں، ملک و حکومت اور خوشحالی و آسودگی کی کسی مقدار پر قانع نہیں ہوتی) اس کی متنوع اور متناقض، بے شمار اور لا محدود صلاحیتوں کا دنیا کے اسرار و عجائب سے مقابلہ کیا جائے تو یہ وسیع کائنات اس کے سامنے سمندر کے آگے ایک قطرہ یا صحرا کے مقابل ایک ذرہ کی طرح معلوم ہوگی اور اپنی پوری وسعت کے ساتھ قلب انسانی کی وسعت اور گہرائی میں اس طرح گم ہو جائے گی جیسے ایک چھوٹی سی کنکری ایک بحر بیکراں میں گم ہو جاتی ہے، اس کے مضبوط اور غیر متزلزل ایمان کے آگے پہاڑ ہیچ ہو جائیں اس کی محبت کے بھڑکتے ہوئے جذبات کے تند شعلوں کے سامنے آگ سرد اور خاکستر نظر آئے اور خوف خدا، یا کسی ناتواں پر ترس کھانے یا گناہوں سے ندامت پر نکلے ہوئے، آنسو کے ایک قطرہ کو دیکھ کر سمندر پانی پانی ہو جائے، اور اپنی تنگ ظرفی کا ماتم کرے، انسانی سیرت کا جمال، اس کے اخلاق کا حسن اور اس کے جذبات کی لطافت اگر آشکار ہو جائے تو اس عالم کی تمام رنگینیوں اور دلاویزیوں پر پانی پھیر دے اور حسن کائنات کو مات دے دے، انسان کی ذات اس کائنات میں گوہر مقصود اور بیت الغزل کی حیثیت رکھتی ہے اور خلاق عالم کی نشانیوں میں سے سب سے بڑی نشانی ہے، جسے اس نے بہترین صورت، مکمل سیرت، اور عمدہ ترین ساخت عطا کی ہے۔

انسان ہر پیمانے سے بلند ہے

دنیا اپنے تمام خزینوں اور دفینوں اور دولت و حکومت کے ساتھ بھی اس انسانی عقیدے کا بدل نہیں بن سکتی، جو شک اور کمزوریوں سے بالاتر ہوتا ہے، اور نہ اس محبت کی قیمت بن سکتی ہے، جو مادی فوائد و مصالح سے بے نیاز ہوتی ہے، اور نہ اس جذبے کی قائم مقامی کر سکتی ہے، جو حدود و قیود سے آشنا نہیں نہ اس اخلاص کی جگہ لے سکتی ہے، جو اغراض و منافع سے بے نیاز ہوتا ہے، اور نہ اس کے اس اخلاق کی قیمت بن سکتی ہے، جو سودے بازی اور انتقام سے بلند ہوتا ہے، اور نہ اس مخلصانہ خدمت کے برابر ہو سکتی ہے، جو بدلے اور شکر سے بھی مستغنی ہوتی ہے۔

انسان اگر اپنے آپ کو پہچان لے اور اپنی قیمت طلب کرے تو یہ دنیا اس کے دام لگانے سے عاجز ہو جائے، اور اگر اس کی ذات وسعت اختیار کرے اور اپنے عزم و ہمت کی عنان ڈھیلی چھوڑ دے اور اپنی فطرت کو اس کے بہاؤ پر ڈال دے تو یہ دنیا اس کے لیے تنگ ہو جائے، اور سمٹ کر اس کے لیے ایک بے رونق اور ہوا کا پنجرا ثابت ہو۔

؎ گھٹے اگر تو بس ایک مشتِ خاک ہے انساں
بڑھے تو وسعتِ کونین میں سما نہ سکے

فطرتِ انسانی کی گہرائیوں کو نہ ناپا جا سکتا ہے نہ اس کی تہ تک پہنچا جا سکتا ہے، نہ اس کے اسرار کا احاطہ ہو سکتا ہے، نہ اس کی ماہیت وحقیقت کا پتہ لگایا جا سکتا ہے اس کی حیرت انگیز اور اعجاز نما صلاحیتیں اس کا علم وحلم، اس کی شرافت وکریم النفسی، اس کی شفقت ومحبت، اس کا رحم وکرم، اس کے شعور کی لطافت اس کے احساس کی نزاکت، اس کا زہد وایثار، اس کی خودداری وانکسار، معرفت الٰہی کی استعداد اور فنا فی اللہ ہونے کا ذوق، بنی نوع انسان کی خدمت کا شوق اور پیچیدہ، مشکل اور نئے نئے علوم وفنون کی لگن، یہ سب ایسی چیزیں ہیں، جن کو دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی اور ذہین ترین لوگوں کا دماغ چکرا جاتا ہے۔

نبوتِ محمدیہ کا کارنامہ انسان کا وجود ہر خیر وبرکت اور اقبال وسعادت کی کنجی اور ہر مشکل اور ہر مسئلہ کا حل ہے، اور جب اس کی ساخت میں کجی آجاتی اور اس کی تہذیب فاسد ہو جاتی ہے، حقیقی انسان نادر ونایاب ہو جاتے ہیں، اور جب اچھے انسان بنانے کا رواج اٹھ جاتا ہے تو یہی چیز تمام نبوتوں کا موضوع بنی ہے، اور ہر نبی اپنے زمانے میں اسی مہم کو لے کر اٹھا ہے، اور ایسے انسانوں کا ایسی کمیت وکیفیت میں اٹھ کھڑا ہونا، جس کا منظر تاریخ کی آنکھوں نے کبھی نہ دیکھا ہو، نہ ایسا نظارہ چشم فلک کے سامنے آیا ہو، وہ ایک سلکِ گہر، ایک سیسہ پلائی دیوار، اور مضبوط ملت وجماعت بن گئے ہوں، اور ایک مشترکہ مقصد وعقیدہ کے لیے باہمی تعاون کرنے لگے ہوں، یہ نبوت محمدی کا کارنامہ اور عظیم معجزہ ہے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردم سازی اور آدم گری کا کام اس سطح سے شروع کیا، جہاں سے کسی نبی یا مصلح کو نہیں کرنا پڑا تھا، اور نہ وہ اس کا مکلف بنایا گیا تھا، اس لیے کہ عام طور پر دیگر انبیاءؑ کی قوموں کی معاشرتی سطح، زمانۂ جاہلیت سے بہت بلند تھی، اس کے باوجود آنحضرت ﷺ نے اپنے اس عظیم کام کو اس سطح تک پہنچا دیا جہاں تک کسی نبی کا عمل نہیں پہنچا تھا۔

آپ ﷺ نے اس سطح سے کام شروع کیا، جہاں حیوانیت کی انتہا اور انسانیت کی ابتدا ہوتی تھی، اور اس اعلیٰ سطح تک پہنچا دیا جو انسانیت کی انتہائی منزل ہے، اور جس کے بعد نبوت کے سوا کوئی اور درجہ نہیں اور جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ختم کر دیا گیا۔

واقعہ جو خیال وتصور سے زیادہ دلکش ہے امت محمدیہ کا ہر فرد اپنی ذات سے ایک مستقل معجزہ، نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی، اس کے ابدی کارناموں میں سے ایک کارنامہ اور نوع انسانی کے اشرف وافضل ہونے کی ایک روشن دلیل ہے، کسی

مصوّر نے اپنے فن کار موئے قلم اور صنّاع ذہن سے اس سے بہتر تصویر نہیں بنائی ہوگی، جیسے کہ حقیقت واقعہ اور تاریخ کی شہادت کی روشنی میں وہ افراد موجود تھے۔

کسی شاعر نے بھی اپنے شاداب تخیل، موّاج طبیعت اور شعری صلاحیت سے کام لے کر ایسے اوصافِ جمیلہ، ایسی پاکیزہ سیرتوں اور ایسے برگزیدہ محاسن کا خیالی پیکر نہیں تیار کیا ہوگا جس کا نمونہ ان کی ذات میں موجود تھا، دنیا کے اگر تمام ادیب جمع ہو کر انسانیت کا کوئی بلند ترین نمونہ پیش کرنے کی کوشش کریں، تو ان کا تخیل اس بلندی تک نہیں پہنچ سکتا، جہاں واقعاتی زندگی میں وہ لوگ موجود تھے، جو آغوشِ نبوت کے پروردہ اور تربیت یافتہ تھے، اور جو درس گاہِ محمدی سے فارغ ہو کر نکلے تھے، ان کا قوی ایمان، ان کا عمیق علم، ان کا خیر پسند دل، ان کی ہر تکلف اور ریاء و نفاق سے پاک زندگی، انانیت سے ان کی دوری، ان کا خوفِ خدا، ان کی عفت و پاکیزگی اور انسان نوازی، ان کے احساسات کی نزاکت و لطافت، ان کی مردانگی و شجاعت ان کا ذوقِ عبادت اور شوقِ شہادت، ان کی دن کی شہسواری اور راتوں کی عبادت گزاری، متاعِ دنیا اور آرائشِ زندگی سے بے نیازی، ان کی عدل گستری، رعایا پروری اور راتوں کی خبر گیری اور اپنی راحت پر ان کی راحت کو ترجیح، ایسی چیزیں ہیں کہ اگلی امتوں اور تاریخ میں ان کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔

فردِ صالح مختلف پہلوؤں اور زندگی کے میدانوں میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت و رسالت کے ذریعہ ایسا صالح فرد پیدا کیا جو خدا پر ایمان رکھنے والا، اللہ کی پکڑ سے ڈرنے والا، دیندار و امانت دار، دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے والا، مادیت کے مظاہر کو نظرِ حقارت سے دیکھنے والا، اور ان مادی طاقتوں پر اپنے ایمان اور روحانی قوت سے فتح پانے والا تھا، جس کا ایمان اس پر تھا کہ دنیا اس کے لیے پیدا کی گئی ہے اور وہ آخرت کے لیے بنایا گیا ہے، چنانچہ جب یہ فرد تجارت کے میدان میں آتا تو راست باز اور امانت دار تاجر ہوتا اور اگر اس کو فقر و فاقہ سے واسطہ پڑتا تو وہ ایک شریف و محنتی انسان نظر آتا، وہ جب کبھی کسی علاقے کا عامل ہوتا تو ایک محنتی اور بہی خواہ عامل ہوتا، وہ جب مال دار ہوتا تو فیاض اور غمخوار مال دار ہوتا، جب وہ مسندِ قضا اور عدالتی کرسی پر بیٹھتا تو انصاف دوست اور معاملہ فہم قاضی ثابت ہوتا، وہ حاکم ہوتا تو مخلص اور امانت دار حاکم ہوتا، اسے سیادت و ریاست ملتی تو وہ متواضع اور شفیق و غمخوار حاکم اور سردار ہوتا، اور جب وہ عوام کے مال کا امانت دار بنتا تو محافظ اور صاحبِ فہم خازن ہوتا۔

بنیادیں، جن پر اسلامی معاشرہ قائم ہوا

انہی اینٹوں سے اسلامی معاشرت کی عمارت بنی تھی، اور اسلامی حکومت انہی بنیادوں پر قائم ہوئی تھی، یہ

معاشرت وحکومت اپنی فطرت میں ان افراد کے اخلاق ونفسیات کی بڑی صورتیں اور تصویریں تھیں، اور ان افراد ہی کی طرح ان سے بنا ہوا معاشرہ بھی صالح، امانت دار، دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے والا، اور مادی اسباب پر حاکم نہ کہ اس کا محکوم تھا، اس معاشرے کے افراد میں تاجر کی صداقت وامانت، ایک محتاج کی سادگی و شفقت، ایک عامل کی محنت وخیر خواہی، ایک غنی ومالدار کی سخاوت وہمدردی، ایک قاضی کا انصاف اور معاملہ فہمی، ایک والیٔ ملک کا اخلاص وامانتداری، ایک رئیس وسردار کی تواضع ورحمدلی، ایک وفادار خادم کی قوت کار اور ایک امانتدار محافظ کی نگرانی ونگہبانی جمع تھی، اور یہ حکومت دعوت وہدایت کی علمبردار حکومت تھی جو عقیدے کو منفعت ومصلحت اور ارشاد وہدایت کو مالگزاری اور ٹیکس وصولی پر ترجیح دیتی تھی، اس معاشرے کے اثر ونفوذ اور اس حکومت کے اقتدار کے تحت، عوامی زندگی میں ہر طرف ایمان وعمل صالح، صدق واخلاص، جہاد و اجتہاد، لین دین میں عدل و اعتدال اور اپنے اور دوسروں کے ساتھ انصاف نظر آنے لگا۔

آزمائشوں اور تجربہ کے وقت فردِ صالح کی کامیابی

یہ فردِ صالح ہر اس امتحان اور آزمائش میں پورا اترا جو کمزور پہلوؤں کو ظاہر کر دیتی اور مخفی صلاحیتوں کو جانچتی ہے، یہ فرد آزمائش کی ان بھٹیوں سے کھرے اور خالص سونے کی طرح نکلا جس میں کوئی کھوٹ اور ملاوٹ نہ تھی، اس نے ہر نازک موقع پر قوتِ ایمانی، قوتِ ارادی نبوی تربیت کی تاثیر، پاک نفسی واحساس ذمہ داری اور امانت وبے نیازی اور ایثار کا وہ بلند نمونہ پیش کیا، جس کی ماہرین نفسیات وعلمائے اخلاقیات اور مورخین و ماہرین بشریات توقع بھی نہیں کر سکتے۔

ان نازک موقعوں میں سب سے نازک آزمائش اس امیر وحاکم کی ہے، جو کسی کے آگے جواب دہ نہیں نہ اسے کوئی متجسس آنکھ دیکھتی ہے، اور نہ اسے کسی کمیٹی اور عدالت کا سامنا کرنا ہے —— ایسا حاکم اپنے لیے جائز چیزوں اور اپنے ذاتی مال کی طرف سے بھی بے رغبتی دکھاتا اور اس معمولی مال کا بھی روا دار نہیں ہوتا، جس کی شریعت اجازت دیتی اور جو عرف عام میں رائج ہے، اور جسے کسی زمانے کے لوگوں نے اہمیت نہیں دی۔

حکمرانوں کا زہد اور ان کی سادگی

اس کی بہترین مثال یہ ہے کہ خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زوجۂ محترمہ کو ایک بار کوئی میٹھی چیز کھانے کی خواہش ہوئی اور اس کے لیے انہوں نے اپنے روزانہ کے خرچ سے کچھ پس انداز کر لیا، جب حضرت صدیق اکبرؓ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے وہ رقم بیت المال کو واپس کر دی اور اپنے روزانہ کے وظیفہ سے بقدر اس رقم کے کم کرا دیا، انہوں نے کہا کہ تجربہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ اتنی رقم زائد تھی، اور اس سے کم میں ابوبکرؓ کے گھرانے کا گذارا ہو سکتا ہے مسلمانوں

کا بیت المال اس لیے نہیں کہ اس سے حاکم کا خاندان عیش کی زندگی بسر کرے اور کھانے پینے میں توسع سے کام لے۔

یہاں ایک دوسری سچی تصویر "جلوس خلافت" کی ہے، اور اپنے وقت کی سب سے بڑی مملکت کے طاقتور حاکم کے اس سرکاری دورے کی تفصیل پر مبنی ہے، جو سرکاری کام ہی کے لیے ہوا تھا۔

یہ ایسے باجبروت حاکم کا سفر تھا، جس کا نام سن کر لوگوں کے دل لرز جاتے اور وہ تھر تھرا اٹھتے تھے ہم ایک مورخ کا بیان نقل کرتے ہیں، جو اس عجیب سفر کا راوی ہے، اور اس پر بلیغ انداز میں روشنی ڈالی ہے، ابن کثیر کا بیان ہے۔

"حضرت عمر بن الخطابؓ بیت المقدس جاتے ہوئے ایک خاکستری رنگ کی اونٹنی پر سوار تھے، دھوپ میں آپ کے سر پر کوئی ٹوپی اور عمامہ نہ تھا، کجاوہ کے دونوں طرف آپ پاؤں لٹکائے ہوئے تھے، اس میں رکاب بھی نہ تھی، اونٹ پر ایک موٹا اونی کپڑا تھا، جسے آپ اتر کر بچھاتے تھے، آپ کی گٹھری جو چمڑے یا اون کی تھی، جس میں پتے بھرے ہوئے تھے، سواری کی حالت میں اسی پر ٹیک لگاتے اور اترنے کے بعد اسی کا تکیہ بناتے تھے، آپ کی قمیص ایک پرانے گزی کے کپڑے کی تھی، جو بغل کی طرف پھٹی ہوئی تھی۔

آپ نے وہاں کے سردار کو بلایا چنانچہ لوگ جلومس کو بلانے گئے اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرا کرتا دھو دو اور اس کے پھٹے ہوئے حصے میں پیوند لگا دو اور میرے لیے عاریۃً کوئی کپڑا یا کرتا فراہم کرو، چنانچہ ایک ریشمی کرتا حاضر کیا گیا آپ نے اسے دیکھ کر حیرت سے پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ریشم ہے، آپ نے پھر فرمایا ریشم کیا ہوتا ہے، لوگوں کے بتانے پر آپ نے اپنا کرتا اتار کر غسل فرمایا اور آپ کا پیوند لگا کرتا حاضر کیا گیا تو آپ نے ان کا ریشمی کرتا اتار کر اپنا وہی کرتا پہن لیا۔

جلومس نے ان سے مشورۃً کہا کہ آپ بادشاہ عرب ہیں، اور یہاں کے لوگوں میں اونٹ کی کوئی اہمیت نہیں، اس لیے آپ اگر کوئی اچھا کپڑا پہن لیں اور گھوڑے پر سوار ہوں تو یہ اہل روم کو متاثر کر سکے گا، اس کے جواب میں آپ نے فرمایا "ہم وہ قوم ہیں، جسے اللہ نے اسلام کے ذریعہ عزت دی تو اب اللہ کے بدلے ہم کسی اور چیز کو نہیں اپنائیں گے، ایک گھوڑا لایا گیا، جس پر آپ نے اپنی چادر ڈال دی اس پر نہ لگام استعمال کی اور نہ رکاب باندھی بلکہ یونہی سوار ہو گئے، لیکن تھوڑی ہی دیر بعد فرمایا روکو روکو، میں نے اس سے پہلے لوگوں کو شیطان پر سوار ہوتے نہیں دیکھا تھا، چنانچہ آپ کا اونٹ لایا گیا اور آپ اس پر سوار ہوئے[1]"

---

[1] البدایۃ والنہایہ ۷/۵۹، ۶۰

اسی طرح مؤرخ طبری نے آپ کے ایک سفر کا حال لکھا ہے۔

"ایک بار حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ کو مدینہ میں اپنا جانشین بنا کر سفر پر نکلے آپ کے ساتھ کچھ صحابہؓ بھی تھے، آپ مقام "ایلۃ" کے مقابل جا رہے تھے (جو بحر احمر کے ساحل پر ہے) جب اس کے قریب پہنچے تو راستے کے کنارے ہوگئے اور اپنے غلام کو پیچھے کر لیا، آپ نے اس مقام پر پہنچ کر استنجا کیا، اور لوٹ کر اپنے غلام کی سواری پر سوار ہوگئے (جس پر ایک الٹی فرد پڑی ہوئی تھی) اور اپنی سواری غلام کو دے دی، چنانچہ جب لوگوں کا پہلا گروہ آپ سے ملا تو اس نے آپ سے دریافت کیا کہ امیر المومنین کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ تمہارے سامنے ہیں، چنانچہ وہ آپ کو چھوڑ کر آگے بڑھ گئے، جب ایلۃ پہنچے تو ان ملنے والوں سے جب کہا کہ امیر المومنین ایلۃ پہنچ گئے تو لوگوں نے آپ کو پہچانا اور آپ کی طرف لپکے"[1]

انسانیت کا مثالی نمونہ

زہد و تواضع ایثار و ہمدردی، عدالت و شجاعت، حکمت و صداقت، کے یہ بہترین اور مثالی نمونے خلفائے راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ کے حالات میں اسی کثرت سے ملتے ہیں کہ اگر انہیں کوئی مورخ و ادیب یا نفسیات و اخلاق کا کوئی عالم جمع کرے اور ان سے ایک جامع اور منفرد شخصیت تیار کرے تو انسانی سیرتوں میں ایک ممتاز ترین سیرت و شخصیت تیار ہو جائے اور انسانیت کے عظیم مرقع اور انسانیت کی عالمی تاریخ کی جلوہ گاہ میں ایک حسین ترین پیکر کا اضافہ ہو جائے، لیکن افسوس ہے کہ ہم اس برگزیدہ جماعت کی مکمل اور جامع تعریف و تصویر کتابوں میں نہیں پاتے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و تربیت کا ثمرہ اور نمونہ تھی، پھر بھی بعض شخصیتوں کے کچھ جلوے، ادیبانہ بلاغت پیکر نگاری، اور مرقع کشی کے ساتھ کتابوں میں محفوظ ہوگئے ہیں، اس لیے کہ عرب قدیم زمانے سے اپنی زبان دانی، جادو بیانی، منظر نگاری اور صداقتِ تعبیر کے لیے مشہور رہ چکے ہیں، ان کی اس خاکہ نگاری کی مدد سے ہم تربیت نبوی کے اثرات و آثار اور اس کی کامیابی و نادرہ کاری کا کچھ اندازہ لگا سکتے، اور اس معاشرے کے بلند نمونے دیکھ سکتے ہیں، جس کی وساطت سے رسول اللہ کا اعجاز اپنی دلکش ترین شکل میں ظہور میں آیا تھا، ان تصویروں میں ایک تصویر سیدنا علی مرتضیٰؓ کی ہے، یہ تصویر اپنی تاثیر و تعبیر کے اعتبار سے عالمی اور غیر فانی ادب کے بہترین نمونوں میں شامل ہونے کی مستحق ہے۔

ایک موقع پر امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ کے رفیق قدیم ضرار بن ضمرہ سے (جنہیں ان کی صحبت سے فیضیاب

---

[1] طبری ۴/ ۲۰۳، ۲۰۴

ہوتے اور انہیں قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تھا) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصاف و محاسن بیان کرنے کی فرمائش کی تو انہوں نے کہا۔

"واللہ وہ بڑے بلند ہمت اور مضبوط اعصاب کے مالک تھے، آپ کی بات قول فیصل اور آپ کا فیصلہ انصاف پر مبنی ہوتا، آپ کے ہر پہلو سے علم کا چشمہ ابلتا تھا، آپ کو دنیا اور اس کے زیب و زینت سے وحشت رہتی تھی، رات کی تنہائی اور تاریکی سے آپ بہت مانوس تھے، خدا کی قسم آپ بہت ہی رونے والے، طویل غور و فکر میں رہنے والے تھے، آپ اپنی ہتھیلی کو پلٹ کر اپنے آپ سے مخاطب ہوتے اور اپنا محاسبہ کرتے، آپ کو موٹا جھوٹا لباس اور روکھا پھیکا کھانا پسند تھا، وہ ہم میں ہمارے ہی طرح رہتے تھے، جب ہم کوئی بات پوچھتے تو بشاشت سے جواب دیتے اور جب ہم ان کے پاس آتے تو خیریت طلبی میں پہل کرتے، آپ ہماری دعوت پر ہمارے یہاں تشریف لاتے لیکن ان کی شفقت اور اپنی نیازمندی اور بے تکلفی کے باوجود ہم رعب کے مارے زیادہ گفتگو نہ کرتے اور نہ گفتگو کا سلسلہ شروع کرتے، مسکراتے تو ان کے دانت موتیوں کی لڑی معلوم ہوتے، وہ دینداروں کی تعظیم کرتے اور مسکینوں سے محبت رکھتے تھے، کوئی با اثر شخص ان سے کسی غلط کام کی امید بھی نہیں کر سکتا تھا، اور نہ کمزور آدمی ان کے عدل سے محروم و مایوس ہو سکتا تھا۔

میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے انہیں کبھی کبھی اس حال میں بھی دیکھا ہے کہ رات ڈھل چکی ہے، اور ستارے ڈوبنے لگے ہیں، اور آپ اس وقت اپنی محراب میں اپنے محاسن شریف پکڑے ہوئے سانپ کاٹے ہوئے شخص کی طرح بے چین ہیں، اور کسی غمزدہ کی طرح رو رہے ہیں، اور میں انہیں یہ کہتے سن رہا ہوں کہ "اے دنیا! کیا تو مجھے نشانہ بنانا چاہتی ہے، اور میرے لئے بن سنور کر آئی ہے؟ دور ہو! دور ہو!! اور میرے علاوہ کسی اور کو دھوکہ دے، میں نے بغیر رجعت کے تجھے تین طلاقیں دیں، تیری عمر مختصر، تیرا عیش حقیر، اور تیرا خطرہ بہت بھاری ہے، آہ! زادِ سفر کم، سفر لمبا، اور راستہ وحشتناک ہے۔"[۱]

---

[۱] صفۃ الصفوۃ: ابن جوزی۔

دار الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان کیطرف سے قابل قدر پیشکش
خیر الفتاویٰ
جلد اول، دوم، سوم
قیمت مکمل سیٹ مجلد ۶۶۰/ روپے
مدارس اور طلبہ کے لئے خصوصی رعایت
مرتبہ: مولانا مفتی محمد انور مدظلہ
جلد اول: ایمان وعقائد، سنت وبدعت، سلوک واحسان، حدیث وتاریخ۔
جلد دوم: از کتاب الطہارت ـــ تا ـــ ما یتعلق باحکام المسجد
جلد سوم: از کتاب الجمعہ ـــ تا ـــ کتاب الزکوٰۃ
جامعہ خیر المدارس ملتان کا دار الافتاء عالم اسلام بالخصوص پاکستان میں اپنی محققانہ اور معتدل رائے کی بنا پر ایک خصوصی مقام رکھتا ہے۔ یہاں سے جاری کردہ فتاویٰ پورے ملک میں سند کی حیثیت رکھتے ہیں اور وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ خیر الفتاویٰ انہی فتاویٰ میں سے اہم ترین فتاویٰ کا ایک وقیع انتخاب ہے، اور حضرت مولانا خیر محمد علیہ الرحمۃ اور حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ رح اور حضرت مولانا مفتی عبدالستار مدظلہ کی ۴۰ سالہ محنت کا ثمرہ ہے
تمام جلدیں ختم ہوجانے پر تینوں جلدیں مکتبہ امدادیہ نے اپنے روایتی معیار اور عمدہ کاغذ پر شائع کی ہیں۔
مکتبہ امدادیہ
فون ۹۶۵۴۴
ٹی۔ بی ہسپتال روڈ۔ ملتان۔ پاکستان

مولانا محمد شہاب الدین ندوی
ناظم فرقانیہ اکیڈمی وچیئرمین دارالشریعہ، بنگلور (انڈیا)

زکاۃ کا اجتماعی نظام اور

اس کی اہمیت و افادیت!

اسلامی شریعت کی روشنی میں ایک جائزہ

زکاۃ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے جو ملتِ اسلامیہ کے معاشی وتعلیمی سدھار کی غرض سے فرض کیا گیا ہے۔ نماز جس طرح حقوق اللہ کی نمائندگی کرتی ہے اسی طرح زکاۃ حقوق العباد کی مظہر نظر آتی ہے۔ چنانچہ ان دونوں کی اہمیت کے پیش نظر قرآن مجید میں ان دونوں کا تذکرہ یکجا طور پر ۲۶ مقامات میں آیا ہے۔ اور اہل اسلام کو تاکید کی گئی ہے کہ نماز قائم کرنے کے ساتھ ساتھ زکاۃ ادا کرتے رہیں۔ ایک موقع پر یہاں تک کہا گیا ہے کہ اسلامی حکومت کا اولین فریضہ اقامتِ صلاۃ اور زکاۃ کی ادائیگی (کا نظام قائم کرنا) ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ:

وہ لوگ جن کو ہم زمین میں حکومت عطا کر دیں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا (یعنی زکوٰۃ کا نظام جاری کریں) (حج: ۴۱)

چنانچہ سلسلۂ ایمانیات کے بعد سب سے پہلے جو چیز فرض ہوتی ہے وہ یہی دو امور ہیں، جیسا کہ قرآن مجید کی حسب ذیل تصریح سے ظاہر ہوتا ہے۔

اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ:

اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتا ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا، نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی۔ (توبہ: ۱۸)

اور احادیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے جب کبھی اسلامی احکام کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے ترتیب کے لحاظ سے نماز کے بعد زکوٰۃ کا تذکرہ فرمایا۔ اسی وجہ سے تاکید ہے کہ نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے اہل اسلام کو کبھی غافل نہ رہنا چاہیئے۔

رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ:

ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر، نماز پڑھنے اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے غافل نہیں کرتے۔ (نور: ۳۷)

ایک موقع پر تو زکوٰۃ نہ دینے والوں کو قیامت کا انکار کرنے والے قرار دیا گیا ہے۔
الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ کٰفِرُوْنَ ۔
جو لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے اُن کا حال یہ ہے کہ وہ آخرت کے منکر ہیں (حٰم سجدہ : ۷)

سماجی بہبود کا ایک جامع نظام

زکوٰۃ کی اس قدر تاکید کیوں ہے؟ تو صاف ظاہر ہے کہ اس سے حقوق العباد کی ادائیگی مقصود ہے، تاکہ اسلامی معاشرہ میں بہت زیادہ ناہمواریاں نہ ہوں، غریبوں اور محتاجوں نیز دیگر حاجت مندوں کی دیکھ بھال ہوتی رہے، اور کوئی بھی بندہ اپنی بنیادی ضروریات سے محروم نہ رہے۔ نماز جس طرح بدنی عبادت ہے اسی طرح زکوٰۃ ایک مالی عبادت ہے، جو ایک طرف امیروں اور غریبوں کو جوڑتی نیز انسانی ہمدردی اور ایک دوسرے کے ساتھ خیرخواہی پر اُبھارتی ہے تو دوسری طرف بُخل اور کنجوسی کے مرض کو دور کر کے مال کا تزکیہ کرتی اور خداوندکریم کی خوشنودی کا باعث بنتی ہے، جس نے اپنی حکمت و مصلحت کی رُو سے کسی کو امیر بنایا ہے تو کسی کو غریب، تاکہ ہر ایک کی آزمائش پوری ہو کر کون بندہ اُس کے احکام پر چل کر آخرت کا طالب بنتا ہے۔ اسلام کی نظر میں مال و دولت اللہ تعالیٰ کی ایک امانت ہے، لہٰذا اس امانت کا صحیح استعمال ہونا چاہیئے اور اس میں کسی قسم کی کنجوسی یا بے اعتدالی نہیں ہونی چاہیئے۔

غرض اسلام میں زکوٰۃ کی بے انتہا اہمیت ہے جو معاشرتی سدھار کا ایک وسیلہ اور معاشی بہبود کی کُنجی ہے اور یہ اسلام کا ایک اہم ترین امتیاز ہے کہ اُس نے غریبوں اور محتاجوں کی دیکھ بھال کے لیے ایک ایسا جامع نظام قائم کر دیا ہے جس کی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں ملتی۔ چنانچہ اُس نے ہر مالدار (صاحبِ نصاب) پر فرض کر دیا ہے کہ وہ اپنے فاضل مال کا ڈھائی فی صد حصّہ بطور زکوٰۃ نکالے اور غریبوں، محتاجوں اور ناداروں یعنی معاشی جدوجہد کے میدان میں پیچھے رہ جانے والوں پر خرچ کرے۔

جماعتی نظام اور معاشرہ کی شیرازہ بندی

اس اعتبار سے اسلام کا نظامِ زکوٰۃ معاشرتی فلاح و بہبود کا ایک ایسا جامع نظام ہے جس پر اگر صحیح معنی میں عمل کیا جائے تو اس سے نہ صرف مسلم معاشرہ کا سُدھار ہو سکتا ہے بلکہ خود مسلم معاشرہ کی شیرازہ بندی بھی ہو سکتی ہے اور سب کو ایک لڑی میں پرویا جا سکتا ہے۔ اور یہ عمل جماعتی زندگی کی طرف پہلا قدم ہوگا۔ کیوں کہ مسلم معاشرہ میں جو ناہمواریاں اور بے اعتدالیاں دکھائی دے رہی ہیں وہ ایک تو بے جماعتی زندگی اور دوسرے زکوٰۃ کو اندھا دھند طریقے سے خرچ کرنے کے باعث ہیں۔ اگر زکوٰۃ کو صحیح انداز میں خرچ کیا جائے تو اس سے مستحق لوگوں کو نہ صرف اُن کا حق مل سکتا ہے بلکہ بے شمار فوائد بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔ اور اس کے نتیجے میں ہمارے بہت سے معاشرتی، اقتصادی اور تعلیمی مسائل بھی حل ہوتے ہیں۔ لیکن ان فوائد کے حصول کے لیے زکوٰۃ کے نظمِ اجتماعی کی ضرورت پڑتی ہے۔ کیونکہ

زکوٰۃ انفرادی طور پر ادا کرنے سے وہ فوائد حاصل نہیں ہو سکتے جو اجتماعی طور پر مطلوب ہیں۔ کیونکہ نظم اجتماعی کے فوائد و مصالح عوام کی نظروں سے اوجھل رہتے ہیں۔ اور مالدار لوگ اکثر و بیشتر نام و نمود اور نمائش کا مظاہرہ کرتے ہیں جس کی وجہ سے اصل حقدار اس خدائی امداد سے محروم رہ جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ معاشرتی ناہمواریاں جیسی کی تیسی ہی رہتی ہیں۔ کیونکہ غیرت مند اور خود دار لوگ مالداروں کی ڈیوڑھیوں پر زکوٰۃ مانگنے نہیں جاتے۔ اور اس کا ایک دوسرا اور بہت بڑا نقصان یہ ہے کہ زکوٰۃ کی انفرادی ادائیگی سے جماعتی زندگی کو نقصان پہنچتا ہے۔ کیونکہ جماعتی نظام کے لیے زکوٰۃ ایک اہم وسیلہ ہے اور اس کے نظم سے ملّت کی شیرازہ بندی عمل میں آتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ملی مصالح اور اس کی ضروریات کو ارباب حل و عقد ہی بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ مگر چونکہ موجودہ دور میں جماعتی زندگی یا اجتماعیت کا تصوّر ہی زائل ہو گیا ہے اس لیے زکوٰۃ کے اجتماعی فوائد بھی نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں۔

چنانچہ علامہ سید سلیمان ندوی اس سلسلے میں تحریر کرتے ہیں: "اسلام کی تنظیمی زندگی صرف دو بنیادوں پر قائم ہے، جن میں سے ایک روحانی اور دوسری مادی ہے۔ اسلام کا نظام روحانی نماز باجماعت ہے، جو کسی مسجد میں ادا ہو، قائم ہوتا ہے۔ اور نظام مادی زکوٰۃ سے جو کسی بیت المال میں جمع ہو کر تقسیم ہو، مرتب ہوتا ہے، اسی لیے یہ دونوں چیزیں اسلام میں ساتھ ساتھ نظر آتی ہیں اور ان کی انفرادی حیثیت کے ساتھ ان کی اجتماعی حیثیت پر بھی شریعت محمدی نے خاص زور دیا ہے۔ نماز جس طرح جماعت اور مسجد کے بغیر بھی انجام پا جاتی ہے، لیکن اپنی فرضیت کے بعض مقاصد سے دور ہو جاتی ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ بیت المال کی مجتمع صورت کے علاوہ بھی ادا ہو جاتی ہے، مگر اس کی فرضیت کے بعض اہم مقاصد فوت ہو جاتے ہیں۔"[1]

آٹھ مصارف اور تین میدان

لہٰذا ملّت کے سدھار اور مسلم معاشرہ کو صحیح رُخ پر ڈالنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم زکوٰۃ کی رُوح اور اس کی اسپرٹ کے مطابق صحیح خطوط پر کام کریں۔ اس سلسلے میں تین میدانوں میں کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اور ان میں سے دو عوامی اور ایک خصوصی (جماعتی) نوعیت کا ہے۔ اور قرآن مجید میں زکوٰۃ کے جو آٹھ مصارف بیان کیے گئے ہیں، اُن کی روح کے مطابق یہ تین میدان حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مسلم معاشرہ کا معاشی سدھار اور ان کی ضروریات کی تکمیل۔
۲۔ مسلم معاشرہ کا تعلیمی سدھار اور اُس کی ناخواندگی کو ختم کرنا۔
۳۔ اعلائے کلمۃ اللہ (خدا کی بات کو بلند کرنے) کے لیے جدوجہد کرنا۔

---

[1] سیرت النبی: ۵/۱۵۳، نواں ایڈیشن، ۱۹۷۷ء

چنانچہ زکوٰۃ کے آٹھ مصارف میں سے فی سبیل اللہ کو چھوڑ کر بقیہ ساتوں پہلے دو میدانوں کے گرد گھومتے ہیں۔ اور اعلاء کلمۃ اللہ فی سبیل اللہ کے دائرہ میں آتا ہے، جس کی نوعیت اجتماعی قسم کی ہے۔ بالفاظ دیگر زکوٰۃ کے سات مصارف افراد سے متعلق ہیں اور ایک مصرف ملّت اسلامیہ کی اجتماعی زندگی سے متعلق ہے۔ اور اس کے تحت وہ لوگ آتے ہیں جو دین وملت کے مفاد کے لیے کام کر رہے ہوں۔ اسلام نے یہ مصرف (فی سبیل اللہ) اپنے ابدی نصوص میں رکھ کر بڑی دور اندیشی اور دقت نظر کا ثبوت دیا ہے۔

واضح رہے، فی سبیل اللہ کی تفسیر عموماً جہاد کے لفظ سے کی جاتی ہے۔ اور جہاد کی دو شکلیں ہیں۔ ایک جہاد عسکری اور دوسرے جہاد علمی۔ کیونکہ حدیث نبوی کی تصریح کے مطابق جہاد جس طرح ہاتھ اور تلوار کے ذریعے کیا جاتا ہے، اسی طرح وہ زبان اور قلم کے ذریعہ بھی ہوتا ہے، چنانچہ ارشاد نبوی ہے

جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَلْسِنَتِكُمْ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مشرکوں سے اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ذریعہ جہاد کرو۔ [۱]

اور ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے۔

اِنَّ الْمُؤْمِنَ يُجَاهِدُ بِسَيْفِهٖ وَلِسَانِهٖ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن اپنی تلوار اور اپنی زبان کے ذریعہ جہاد کرتا ہے۔ [۲]

موجودہ دور میں اہل اسلام کے لیے عسکری جہاد سے زیادہ علمی و دعوتی جہاد کی بڑی اہمیت ہے۔ کیوں کہ آج مسلمان عسکری جہاد کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ اور جہاد اصلاً دعوت اسلامی یا اشاعت اسلام ہی کا دوسرا نام ہے، جو دین حق کی مدافعت کے لیے ہو۔ اور ان دونوں کی غایت اعلائے کلمۃ اللہ ہے۔ اس موضوع پر راقم سطور نے اپنی کتابوں میں تفصیلی بحث کی ہے۔ لہٰذا موجودہ دور میں الحادی علوم اور لادینی تحریکوں کا مقابلہ اور ان کی بیخ کنی کرنے کے لیے (جنہوں نے مسلمانوں کو طرح طرح کے فتنوں میں مبتلا کر کے ان کے دین وایمان کو غارت کر رکھا ہے) نئے طرز کے علمی و دعوتی مرکزوں کا قیام اور مسلم نوجوانوں کی خصوصی تربیت نہایت ضروری ہے۔ اسی طرح ایسے علمی و تحقیقی اداروں کی بھی سخت ضرورت ہے جو فکری و نظریاتی اعتبار سے اسلام کو ایک بہتر نظام ثابت کر کے اسلامی نشأۃ ثانیہ کی راہ ہموار کر سکیں۔ اور اس مقصد کے لیے داعیان اسلام کی تربیت اور تحقیقی کام کرنے والے

---

[۱] ابوداؤد کتاب الجہاد ۳/۲۲-۲۳ مطبوعہ حمص (شام)

[۲] مسند احمد: ۴۵۶/۳، مطبوعہ بیروت

مصنفین و محققین کی تیاری اشد ضروری ہے۔ اور ان میدانوں میں کام کرنے والوں کے لیے زکوٰۃ کے مال سے وظائف جاری کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ آج اسلامی نظام کی افادیت اور اس کی برتری ثابت کرنا اہل اسلام کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ بن گیا ہے عصر جدید میں اسلامی تعلیمات پر چاروں طرف سے حملے ہوئے ہیں اور سیاسی میدان میں مسلمانوں کا جینا دو بھر کیا جا رہا ہے۔ ایسے نازک دور میں "فی سبیل اللہ" کے مصرف کو حرکت میں لانا بہت ضروری ہو گیا ہے

مگر عوام ان مسائل اور ان کی افادیت و اہمیت کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ لہٰذا ان مقاصد کے حصول کے لیے زکوٰۃ کا اجتماعی نظام قائم کرنا ہے۔ کیونکہ اسلامی شریعت کی رُوح اور اس کی اسپرٹ کے مطابق زکوٰۃ کے تمام مصارف کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے ہر مصرف پر اُس کے تقاضے کے مطابق عمل کیا جا سکے۔ ورنہ دین ابدی کے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے اور دین الٰہی کو کبھی غلبہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ آج مسلمانوں پر جو نحوست طاری ہے اُس کی ایک بہت بڑی وجہ یہی ہے کہ آج زکوٰۃ کا نظام پوری طرح بگڑ کر رہ گیا ہے اور ہر طرف بدنظمی اور پراگندگی نظر آ رہی ہے۔ وہ نظام جس کو اللہ تعالیٰ نے مسلم معاشرہ کے استحکام کا ذریعہ بنایا تھا وہ اب بالکل مردہ اور بے جان دکھائی دے رہا ہے اور اصلاح کا کسی کو احساس ہی نہیں رہ گیا ہے۔ یہ صورت حال بڑی اندوہناک ہے جو ہر حساس اور دردمند شخص کے لیے ایک لمحۂ فکریہ ہے۔

زکوٰۃ کے اجتماعی نظام کے سلسلے میں آج کل بڑی غلط فہمیاں پائی جا رہی ہیں اور بعض حلقوں میں اسے غیر ضروری ہی نہیں بلکہ خلاف شریعت تک کہا جا رہا ہے۔ لہٰذا ضروری معلوم ہوا کہ اس مسئلے پر ایک تحقیقی نظر ڈال کر اس کے تمام پہلوؤں کو پوری طرح اُجاگر کیا جائے۔

زکوٰۃ کا اجتماعی نظام قرآن کی نظر میں

اللہ تعالیٰ نے اسلامی حکومت کی سب سے پہلی جو ذمہ داری بیان کی ہے وہ یہی ہے کہ اقتدار میں آنے کے بعد وہ نماز اور زکوٰۃ کا نظام قائم کرے۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں اسلامی نظام کی اوّلین علامت ہیں۔ کیونکہ نماز حقوق اللہ کی نمائندگی کرتی ہے تو زکوٰۃ حقوق العباد کی مظہر نظر آتی ہے۔ چنانچہ دور اوّل میں جب مہاجرین کو خلافت ارضی کی بشارت سنائی گئی تو ان کے فرائض اس طرح بیان کیے گئے۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ :

وہ لوگ جن کو ہم زمین میں حکومت عطا کر دیں تو وہ نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، معروف کا حکم دیں اور منکر سے روکیں۔ (حج : ۴۱)

یہ آیت کریمہ خاص کر خلفائے راشدین پر صادق آتی ہے جن کا دورِ اقتدار مذکورۂ بالا چاروں اوصاف کا جامع تھا۔ لہ

اس لحاظ سے یہ فرائض اربابِ اقتدار کے ہیں کہ وہ ہر جگہ نماز باجماعت کا اہتمام کریں اور زکوٰۃ کا نظام قائم کریں۔ اس موقع پر اربابِ اقتدار کو زکوٰۃ ادا کرنے کا جو حکم دیا جا رہا ہے وہ ظاہر ہے کہ اپنی ذاتی زکوٰۃ نہیں بلکہ رعایا سے وصول کی ہوئی زکوٰۃ کی ادائیگی مراد ہے، جو شریعت کے تصریح کردہ مصارف میں صرف کی جائے۔ چنانچہ اسلام کا صدرِ اوّل اس نظام کا بہترین نمونہ دکھائی دیتا ہے۔ جیسا کہ ہم دورِ رسالت اور خلفائے راشدین کے عہد میں اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں مزید دو آیات ملاحظہ ہوں جن کی رو سے زکوٰۃ کے اجتماعی نظام کی تاکید نکلتی ہے۔

۱۔ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ؛

آپ ان کے مالوں میں سے زکوٰۃ وصول کیجئے جس کے ذریعہ آپ انہیں پاک و صاف کر دیں گے۔ اور ان کے لیے دعا کیجئے کیونکہ آپ کی دعا ان کے لیے تسکین کا باعث ہے اور اللہ سننے اور جاننے والا ہے۔ (توبہ: ۱۰۳)

یہ حکم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے توسط سے پوری امت کو دیا جا رہا ہے۔ اور اس حکم کے مقتضا پر خلفائے راشدین نے پوری طرح عمل کیا۔ اس موقع پر لفظ اموال "مطلقاً" مذکور ہے جس میں ہر قسم کے اموال شامل ہیں۔ خواہ وہ مویشی اور غلہ جات ہوں یا سونا، چاندی اور مالِ تجارت۔ جیسا کہ فقہائے مفسرین نے تصریح کی ہے۔ چنانچہ امام جصاص رازیؒ تحریر کرتے ہیں۔

(خذ من اموالهم صدقة) عمومٌ في سائر أصناف الاموال، ومقتضٍ لأخذ البعض منها اذا كانت من مقتضى التبعيض۔ وقد دخلت على عموم الأموال، فاقتضت ايجاب الأخذ من سائر أصناف الأموال بعضها۔ ومن الناس من يقول انه متى أخذ من صنفٍ واحد فقد قضى عهدة الآية ۔ والصحيح عندنا هو الأول۔ وكذلك كان يقول شيخنا أبو الحسن الكرخي ۔

یہ آیت ہر قسم کے اموال کے لیے عام ہے۔ اور وہ ان میں سے کچھ حصہ لیے جانے کی بھی مقتضی ہے جب کہ تقاضا کچھ حصہ لیے جانے کا ہو۔ چونکہ وہ اموال کی عمومیت پر داخل ہے اس لیے وہ تمام قسم اموال میں سے کچھ حصہ

لہ ملاحظہ ہو تفسیر کبیر، امام رازی: ۲۳/۲۱ مطبوعہ تہران، نیز تفسیر ابو سعود: ۱۰۹/۴ مطبوعہ بیروت۔

لیے جانے کو واجب قرار دیتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب کسی ایک صنف سے زکوٰۃ لے لی جائے تو آیت کا تقاضا پورا ہو جائے گا۔ لیکن صحیح بات پہلا قول ہے۔ اور یہی بات ہمارے شیخ ابوالحسن کرخی فرمایا کرتے تھے [1]۔

نیز موصوف نے اس آیت کے تحت مزید تحریر کیا ہے کہ ہر قسم کے مال کی زکوٰۃ (خواہ وہ اموال ظاہرہ ہوں یا باطنہ) کی وصولی امام کا حق ہے۔ مویشی اور غلوں کے علاوہ اموال (باطنہ، جیسے سونا چاندی اور مالِ تجارت) کی زکوٰۃ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کے دور میں وصول کی جاتی تھی۔ چنانچہ موصوف پہلے اموال ظاہرہ (مویشی اور غلہ جات) کی زکوٰۃ کے بارے میں تحریر کرتے ہوئے تصریح کرتے ہیں کہ ان کی وصولی کے لیے رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے عُمّال مقرر کر رکھے تھے۔ لہٰذا اگر کسی نے خود سے زکوٰۃ ادا کی تو یہ بات جائز نہیں ہو گی۔

(خذ من اموالھم صدقة) یدلّ علی أن اخذ الصدقات الی الامام۔ وانہ متی اداھا من وجبت علیہ الی المساکین لم یجزہ۔ لأن حق الامام قائم فی أخذھا۔ فلا سبیل لہ الی اسقاطہ۔ وقد کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوجہ العُمّال علی صدقاتِ المواشی ویأمرھم بأن یأخذوھا علی المیاہِ فی مواضعھا [2]

پھر اس کے بعد اموال (باطنہ) کے بارے میں اس طرح صراحت کرتے ہیں۔

وأما زکوٰۃ الأموال فقد کانت تحمل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وأبی بکر وعمر [3]۔

اسی طرح امام قرطبیؒ نے تحریر کیا ہے کہ یہ آیت اموالِ زکوٰۃ کے بارے میں مطلق طور پر وارد ہوئی ہے۔ لہٰذا ہر قسم کے اموال کی زکوٰۃ (سرکاری طور پر) وصول کی جائے گی۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مویشی، غلے اور نقدی میں زکوٰۃ واجب قرار دی ہے۔

(خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً) مطلق غیر مقید بشرط فی المأخوذ والمأخوذ منہ ...... فتؤخذ الزکوٰۃ من جمیع الأموال۔ وقد أوجب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الزکوٰۃ فی المواشی والحبوب والعین [1]۔

۲۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کی وصولی کے لیے عاملین (زکوٰۃ وصول کرنے والوں) کو مقرر کرنے کا بھی (بقیہ ص ۲۷ پر)

(بقیہ ص ۲۷ پر)

---

[1] احکام القرآن، جصاص رازی، ۳/ ۱۴۸، مطبوعہ بیروت۔

[2] و [3] ایضاً ۳/ ۱۵۵

تبلیغ عیسائیت مشن سن ۲۰۰۰ء

جناب محمد الیاس خان صاحب

مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لیے عیسائی مشنریوں کا عالمی تبلیغی پروگرام

مشرقی یورپ اور سابق سوویت یونین میں سوشلزم اور کمیونزم کی ناکامی اور آپریشن "ڈیزرٹ سٹارم" میں اتحادیوں کے مقابلے میں عراق کی جنگی کوششوں کی بری طرح ناکامی کے بعد ۱۹۹۱ء کے اواخر میں عیسائی مشنری حلقوں کی طرف سے سن ۲۰۰۰ء تک پوری دنیا تک انجیل کا پیغام پہنچانے اور ایک زیادہ بھرپور مسیحی دنیا کی شکل میں یسوع مسیح کو اس کی دو ہزارویں برسی کے موقع پر ایک گراں قدر تحفہ پیش کرنے سے متعلق توقعات میں نئی جان پڑ گئی۔ اسلام کے نام پر عراقی صدر صدام حسین کی طرف سے اتحادیوں کے خلاف مسلمان ممالک اور عوام کی تائید حاصل کرنے میں ناکامی سے عیسائی مشنری تنظیموں کے "دنیا برائے مسیح" کے خواب کی تکمیل کی کوششوں میں زبردست جوش و خروش پیدا ہوا۔ تبشیری حلقوں میں اسے "عیسائی دنیا" کی فتح سے تعبیر کیا گیا۔ ان کے خیال میں عراق کی شکست اس بات کا ثبوت تھی کہ خدائی حمایت "اسلام کے شیدائیوں" کو حاصل نہیں ہے۔ اس سلسلے میں ایک مشنری جریدے "PROPHECY TODAY" میں "اسلام کی قوت میں خم آگیا ہے" کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا جس میں کہا گیا کہ "مسلمان معاشروں میں ایسے لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا ہے جو "زندہ نجات دہندہ" (حضرت عیسیٰ) کی تلاش میں ہیں اور وہ یقیناً اسے پالیں گے۔ چنانچہ فصل کاٹ لی جائے گی چاہے حالات اس کے لیے پوری طرح سازگار نہ بھی ہوں" مضمون نگار نے مزید لکھا "یہ کٹائی کا موسم ہے۔ اسلام کے پیغام کو دھچکہ لگ چکا ہے اور وقت آگیا ہے کہ اب عیسائیت کا واضح اور کھلا پیغام منصۂ شہود پر نمودار ہو"

عالمی تناظر

۱۹۹۱ء میں سوویت یونین کے زوال کے بعد آزاد ہونے والی وسط ایشیائی ریاستوں میں عیسائی مشنری سرگرمیوں کی یلغار پر توجہ مرکوز کرنے سے قبل ہم ۹۰ء کی دہائی کی آمد پر بین الاقوامی عیسائی تبشیری حلقوں میں پوری دنیا اور خاص کر مسلم دنیا کو عیسائی بنانے کے لیے ترتیب دیئے جانے والے مختلف پروگراموں، ان کی تکمیل کے لیے اختیار کردہ حکمت عملیوں اور اہداف کا ایک خاکہ پیش کرنے کی کوشش کریں گے

تاکہ خطے میں روز افزوں عیسائی مشنری سرگرمیوں کے نتیجے میں ان نو آزاد مسلم معاشروں کو درپیش خطرات کا ادراک اس کے صحیح تناظر میں ممکن ہو سکے۔

اگرچہ ۹۰ء کی دہائی کو عیسائی مشنری تنظیموں کی طرف سے بین الاقوامی طور پر "عشرہ تبشیر" قرار دینے سے متعلق پروگراموں کی تشکیل کی ابتداء ۸۰ء کی دہائی کے وسط سے ہی شروع ہو گئی تھی تاہم اتحادیوں کے مقابلے میں عراق کی شکست کے باعث "اسلام کی قوت میں خم آ گئے" اور عیسائیت کے لیے "کٹائی کے موسم کی آمد" کے نتیجے میں دنیا بھر کے عیسائی تبشیری حلقوں میں ایک نیا جوش و خروش پیدا ہوا۔ ستر سالہ کمیونسٹ دور الحاد سے آزادی پانے والے دینی لحاظ سے کمزور مسلمان وسط ایشیائی معاشروں کی شکل میں ایک آسان شکار کی دستیابی نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ چنانچہ دنیا کی تقریباً تمام تبشیری تنظیموں میں عالم اسلام کو عیسائی بنانے کے لیے اشتراک کار اور موثر تعاون پر زور دینے کے لیے کانفرنسوں اور اجتماعات کا ایک لامتناہی سلسلہ چل نکلا اور نتیجتاً عالم اسلام کے علاقوں میں عیسائی مشنری سرگرمیوں میں بے پناہ اضافہ ہوا۔

۹۰ء کی دہائی کی ابتداء سے عالمی عیسائی تبشیری حلقوں میں ابھرنے والے اس نئے جوش و خروش کے نتیجے میں انتہائی جارحانہ انداز میں اسلام اور اسلامی عقائد پر حملوں کا ایک نیا عنصر منظر عام پر آیا۔ نائجیریا کے ایک عیسائی جی۔ موریشے نے "WHO IS THIS ALLAH?" (یہ اللہ کون ہے؟) کے نام سے ایک کتاب لکھی جو ۱۹۹۱ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کا مرکزی خیال یہ تھا کہ "اللہ (نعوذ باللہ) درحقیقت شیطان ہے جس نے تمام اسلامی ملکوں کو جھوٹے مذہب اور آسیبی اثرات کا اسیر بنا رکھا ہے" مزید یہ کہ "جس روح نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو القاء کیا تھا وہ (نعوذ باللہ) ہٹلر پر مسلط تھی"

دوسری طرف پوپ جان پال دوم کی اپیل پر "تبلیغ عیسائیت سن ۲۰۰۰ء" کے نام سے ایک پروگرام تشکیل دیا گیا، اور اسی سلسلے میں سن ۲۰۰۰ء تک ایک بھرپور عیسائی دنیا کی تشکیل کے ہدف کے حصول کے لیے ذرائع اور تعاون پر توجہ مرکوز کرنے کے لیے ایک بین الاقوامی مرکز کے قیام کا اعلان کیا گیا۔ اس مرکز کو ہر جگہ کیتھولک چرچ کو سرگرم عمل کرنے کے لیے پروگراموں اور منصوبوں کی تشکیل کا ذمہ دار بنایا گیا۔ پوپ کی اپیل پر قائم کئے جانے والے مرکز کے مقاصد میں ایسے افراد کی تیاری شامل تھی جو "یسوع کے حقیقی وفادار بن کر عیسائی عقیدے کے مطابق زندگی گزاریں اور اس کے مطابق خدا کی عبادت کریں اور مسیحی عقیدے کے جذبے سے ایک دوسرے کی خدمت کریں"۔ تبلیغ عیسائیت کے اس دس سالہ پروگرام کے مختلف منصوبوں میں سے ایک یہ قرار پایا کہ دنیا بھر میں پادریوں تک رسائی حاصل کی جائے۔ چنانچہ "تبلیغ کے لیے بلاوا" کے عنوان سے دنیا کے مختلف حصوں میں "مشنری تحریکی اعتکافات" کا اہتمام کیا گیا جن میں ہزاروں پادریوں اور نے شرکت کی۔ دریں اثناء دنیا بھر میں بہت تیزی سے تبلیغ کے اسکول کھلنے

شروع ہو گئے ۔ ۱۹۹۱ء میں صرف ایشیا اور جزائر بحر الکاہل میں ایسے سکولوں کی تعداد ۴۰ سے زائد تھی ۔ شادی شدہ جوڑوں کے ساتھ ساتھ کلیسائی حلقوں اور جغرافیائی ہمسایہ گروپوں کو بھی تبلیغ عیسائیت کی تربیت دی جانے لگی ۔
تبلیغ مسیحیت کے بارے میں بیداری عام کرنے کے لیے عالمی سطح کے ایک مجلے میں نیوز سروس کا آغاز کیا گیا ۔ یہ مجلہ سات زبانوں میں شائع ہونے لگا اور اس کے مضامین اکثر دوسری ایشیائی زبانوں میں بھی شائع کیے جانے لگے "ایونجلائزیشن (اشاعت مسیحیت) ۲۰۰۰ء کے نام سے کیتھولک چرچ کی طرف سے رواں صدی کے گزرتے ہوئے عشرے کو بطور "عشرۂ تبشیر" منانے کی ایک بین الاقوامی اور عالمگیر کوشش کا آغاز ہوا ۔ اس پروگرام کے دائرہ کار میں یورپ، افریقہ، ایشیا سابق مشرقی بلاک کے ممالک اور سوویت یونین سے آزاد ہونے والی ریاستوں کے علاقے ، جنہیں ماضی میں "سربند" ممالک کہا جاتا تھا، شامل کیے گئے ۔ "ایونجلائزیشن ۲۰۰۰ء" پروگرام کی تشکیل کا سہرا پادری ٹام فوریسٹ اور ان کے رفقائے کار کے سر ہے ۔ مذکورہ پادری نے پوپ جان پال دوم کے "پاپائی فرمان بابت مشن" کی تیاری میں پرجوش حصہ لیا تھا ۔ "ایونجلائزیشن ۲۰۰۰ء" چار انداز کی سرگرمیوں کے ذریعے حصول مقصد کے لیے کوشاں ہے ۔

اولاً یہ تنظیم، اپنی ایک دوسری رفیق تنظیم کے تعاون سے تبشیری سکول قائم کرتی ہے ۔ ان سکولوں کا مقصد یہ ہے کہ عام کیتھولک آبادی کو اس انداز سے تیار کیا جائے کہ وہ چرچ آنے والوں اور چرچ نہ آنے والوں دونوں طرح کے لوگوں کے سامنے مسیحت کا پیغام مؤثر طور پر پیش کر سکے ۔

ثانیاً یہ تنظیم ایک عالمگیر مہم کی سرپرستی کر رہی ہے جس کے تحت لوگوں کو آمادہ کیا جاتا ہے کہ وہ شعوری طور پہ عالمگیر اشاعت مسیحت کے لیے دعا مانگا کریں اور مشن کی مالی امداد میں بھرپور حصہ لیں ۔

ثالثاً یہ تنظیم عالمی طور پر پادریوں کے لیے ایسے تربیتی کورسوں کا اہتمام کرتی ہے جو انہیں نیا جذبہ اور حوصلہ دیتے ہیں تاکہ وہ اپنے اپنے حلقوں میں واپس جا کر زیادہ ارتکاز مقصد کے ساتھ کام کر سکیں ۔ ۱۹۹۰ء میں "ایونجلائزیشن ۲۰۰۰ء" کے تحت اسی قسم کے ایک کورس میں ۱۳۰ ممالک، جن کا تعلق تمام براعظموں سے تھا، کے پانچ ہزار پادریوں نے شرکت کی ۔

رابعاً یہ تنظیم اب پانچ زبانوں میں جرائد شائع کرتی ہے تاکہ کیتھولک چرچ کے تمام حلقے اشاعت مسیحیت کی سرگرمیوں سے باخبر رہ سکیں اور ایک دوسرے کے تجربات سے استفادہ کرتے ہوئے زیادہ مؤثر انداز میں تبلیغ مسیحیت کر سکیں اور سن ۲۰۰۰ء تک ایک بھرپور عیسائی دنیا کی تشکیل کے خواب کی تکمیل کو ممکن بنا سکیں ۔
عالمی مشنری سرگرمیوں اور خاص کر پوری دنیا میں مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی ان زبردست کوششوں کے حوالے سے "انٹرنیشنل بلیٹن آف مشنری ریسرچ" نے ۱۹۹۱ء کے وسط میں ڈیوڈ بیرٹ کی ایک رپورٹ شائع کی جس میں عالمی تبشیری مشن کے بارے میں تازہ ترین اعداد و شمار دیئے گئے ۔ اس رپورٹ میں عیسائی مشن کے فروغ کے

حوالے سے ۱۹۸۹ء، ۱۹۹۰ء اور ۱۹۹۱ء کے تقابلی اعداد و شمار اس طرح سے پیش کیے گئے۔

	۱۹۸۹ء	۱۹۹۰ء	۱۹۹۱ء
عیسائی آبادی۔	۱۷۲۱۶۵۵۷۰۰	۱۷۵۸۷۷۷۹۰۰	۱۷۹۵۹۰۰۰۰۰
مسلم آبادی۔	۹۰۸۲۶۱۰۰۰	۹۳۴۸۴۰۰۰	۹۶۱۴۲۳۲۸۰
عالمی آبادی میں عیسائیوں کا تناسب۔	۳۳٫۱	۲۳٫۲ ٪	۳۳٫۳ ٪
عیسائی تنظیمیں اور خدماتی ایجنسیاں۔	۲۰۷۰۰	۲۱۰۰۰	۲۱۳۰۰
غیر ملکی مشن بھیجنے والی ایجنسیاں۔	۳۸۰۰	۳۹۷۰	۴۰۵۰
مشنری ادارے۔	۹۸۷۰۰	۹۹۲۰۰	۹۹۵۸۰
چرچ ممبروں کی ذاتی سالانہ آمدنی۔ (امریکی ڈالروں میں)	۸۵۷۶	۸۹۵۰	۹۳۲۰
عیسائی مقاصد کے لیے دی گئی رقوم۔	۱۵۱ ارب	۱۵۷ ارب	۱۶۳ ارب
عالمگیر غیر ملکی مشنوں کی آمدنی۔	۱۸ ارب ۳۰ کروڑ	۱۸ ارب ۶۰ کروڑ	۱۸ ارب ۹۰ کروڑ
مشنریوں کے استعمال میں کمپیوٹر۔	۴۵۵۰۰۰۰	۵۴۰۰۰۰۰	۸۲۶۰۰۰۰
عیسائی جرائد۔	۲۲۷۰۰	۲۳۸۰۰	۲۴۹۰۰
تبلیغ کے موضوع پر سالانہ نئی کتابیں / مقالات۔	۱۰۵۰۰	۱۱۰۰۰	۱۱۵۰۰
بائبل کی سالانہ تقسیم۔	۴۹۵۵۱۰۰۰	۵۱۴۱۰۰۰۰	۵۳۲۶۹۰۰۰

اس طرح کی رپورٹیں بعد میں بھی وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہیں، ہمارا مقصد ان کا احاطہ کرنا نہیں ہے بلکہ مشنری سرگرمیوں کے حجم کا اندازہ لگانے کے لیے بطور مثال پیش کرنا ہے۔

۱۹۹۱ء کے اوائل میں بائبل کے بارہ تقسیم کنندگان اور مترجم ایجنسیوں نے اس بات پر زور دیا کہ بائبل کے کام پر زیادہ توجہ دی جائے، ان ایجنسیوں نے اپنے پہلے مشترکہ اجلاس میں تمام مشنری تنظیموں سے مطالبہ کیا کہ وہ فعالی اور لاحاصل مقابلے سے بچنے کی کوشش کریں۔ ایک مشترکہ بیان میں شرکاء نے اس بات پر تشویش کا اظہار کیا کہ بہت سی مشنری ایجنسیاں بائبل کی تقسیم کو اپنے مشن کا جزو لازم بنائے بغیر کام کر رہی ہیں۔ اس طرح وہ اپنے آپ کو "امن کے اس ہتھیار" سے لیس کرنے سے لاپروائی برت رہی ہیں جو ان کے چرچ کے لیے انتہائی فیصلہ کن اہمیت رکھتا ہے۔

اس سے قبل ۵ سے ۸ جنوری ۱۹۸۹ء کو سنگاپور میں دنیا کے پچاس ممالک کے ۳۰۰ سے زائد پادریوں اور عیسائی زعماء نے سن ۲۰۰۰ء تک پوری دنیا کی آبادی تک انجیل مقدس پہنچانے کا عہد کیا تھا۔ پادریوں کے اس

اجتماع میں ایک "گریٹ کمیشن مینفسٹو" منظور کیا گیا جس میں کہا گیا "ہم ازسرنو یہ محسوس کرتے ہیں کہ اگر عظیم مشن کی تکمیل مقصود ہے تو عالمی تبشیری مشنوں میں تعاون اور شراکت کار کو بنیادی ضرورت کے طور پر تسلیم کیا جانا ضروری ہے۔ نتیجتاً پوری دنیا میں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ چرچوں نے ۹۰ کی دہائی میں "ماس ایونجلزم" یعنی لوگوں کو گروہ در گروہ عیسائی بنانے کے خواب کی تکمیل کے لیے اپنی کوششوں کو مربوط کرنے کے لیے حکمت عملیاں وضع کرنی شروع کر دیں۔

دنیا کی چار بڑی پروٹسٹنٹ ریڈیو کمپنیوں نے پوری دنیا تک انجیل کا پیغام اور "یسوع مسیح" (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی "بشارت" پہنچانے کی مہم میں اشتراک کر لیا۔ کیتھولک چرچ نے بھی ریڈیو براڈ کاسٹنگ اور خصوصی سکولوں کے قیام پر توجہ مرکوز کرنا شروع کر دی "تاکہ مسیح کو اس کی دو ہزارویں برسی کے موقع پر ایک بھرپور عیسائی دنیا کا تحفہ پیش کیا جا سکے"۔ "گوسپل ریڈیو" اور "ٹیلی ایونجلزم" کے ساتھ ساتھ لوگوں کے اندر گھس کر اور ان سے گھل مل کر انہیں عیسائیت کی طرف راغب کرنے کی اہمیت پر زور دیا جانے لگا تاکہ صرف انجیل کے پیغام کی لوگوں تک رسائی پر انحصار نہ ہو، بلکہ انہیں عملاً اس پیغام کو قبول کرنے پر آمادہ کیا جا سکے۔ متعدد عیسائی مشنری تنظیموں کے مشترکہ مشن ریڈیو "ٹرانس ورلڈ ریڈیو" نے اپنے پروگراموں کے دائرہ کار میں مزید توسیع کا فیصلہ کیا۔ واضح رہے کہ ٹرانس ورلڈ ریڈیو کے سٹیشن ۱۹۹۱ء میں ہر ہفتے ۸۰ سے زائد زبانوں میں ایک ہزار گھنٹے سے زیادہ دورانیے پر محیط عیسائی تبلیغی پروگرام دنیا بھر میں نشر کر رہے تھے۔

"لوزانہ کمیٹی برائے عالمی تبلیغ عیسائیت" کے انٹرنیشنل ڈائریکٹر ریورنڈ ٹام ہوسٹن نے ۱۹۹۲ء میں کہا تھا کہ "نامساعد حالات کے باوجود ان مسلمان علاقوں میں چرچوں نے بہت زیادہ جدوجہد کی ہے اور اس کے نتیجے میں حیران کن حد تک ترقی کی ہے۔ نیز ترقی جاری رہے گی ... کیوں کہ ناگفتہ بہ حالات میں امید کا واحد عنصر چرچ ہیں"۔ ریورنڈ ہوسٹن نے صدی کے اختتام تک مسلمان ممالک اور علاقوں میں چار کروڑ ستر لاکھ سے زائد مسلمانوں کو عیسائی بنانے کا ہدف پورا ہونے کی توقع کا بھی اظہار کیا۔

"لوزانے کمیٹی فار ورلڈ ایونجلائزیشن" (LCWE) کے مطابق صدی کے اختتام تک پوری دنیا تک عیسائیت کا پیغام پہنچانے کے لیے چار سو سے زائد منصوبوں پر کام ہو رہا ہے۔ LCWE کے علاوہ ان منصوبوں کی تکمیل میں جو دوسرے مشنری ادارے سرگرم عمل ہیں ان میں "ورلڈ وژن، ایونجلیکل چرچز آف ویسٹ افریقہ، ساوررن پنسٹ فارن مشن بورڈ کیمپس کروسیڈ فار کرسٹ، پارٹنرز انٹرنیشنل اور یو ایس سینٹر فار ورلڈ مشن" شامل ہیں۔ LCWE کے منتظمین اور محققین کے تجزیہ کے مطابق "اس سے قبل دنیا کو عیسائی بنانے کی کوششیں اس لیے ناکامی سے دوچار ہوئیں کہ یہ بدانتظامی کے علاوہ رابطہ کے فقدان اور مشنوں کی طرف سے ایک دوسرے سے مسابقت جیسی برائیوں کا شکار تھیں"۔

تبلیغ عیسائیت سے متعلق ایک دوسری پیش رفت کے مطابق توقع کی جا رہی ہے کہ ۲۰۰۰ء تک تمام دنیا نشریاتی رابطے کے ذریعے مقدس تعلیمات سننے کے قابل ہو جائے گی۔ نشریاتی کام میں مشغول اہم عیسائی اداروں نے ۱۹۸۵ء میں اپنے لیے یہ ہدف مقرر کیا تھا۔

نومبر ۱۹۹۱ء میں ممباسا (کینیا) میں آل آفریقہ کانفرنس آف چرچز کا ایک سمپوزیم منعقد ہوا تھا اس میں ڈاکٹر مینکر اسایاس نے اپنے مقالے میں کہا تھا "ذمہ داری کا تقاضہ یہ ہے کہ کرہ ارض کے ہر مرد، عورت اور بچے کو یہ موقع فراہم کیا جائے کہ وہ اپنے ریڈیو سے اس زبان میں، جسے وہ سمجھ سکتا ہے، یسوع مسیح کی تعلیمات سنے تاکہ وہ مسیح کا پیروکار اور اس کے چرچ کا ذمہ دار رکن بن سکے"۔ مذکورہ ڈاکٹر مینکر پہلے لوتھرن ورلڈ فیڈریشن جنیوا سے وابستہ تھے اور اب نیروبی میں قائم "افریقہ چرچ انفارمیشن سروس" سے بطور ایگزیکٹو ڈائریکٹر منسلک ہیں۔ توقع ہے کہ دنیا کی تمام آبادی کو ریڈیائی امواج کے ذریعے عیسائی مشنری اور تبلیغی سرگرمیاں سننے کے قابل بنانے کا یہ منصوبہ سن ۲۰۰۰ء مکمل ہو جائے گا۔

ڈاکٹر اسایاس نے چار بڑے اقدامات کا ذکر کیا جن کے ذریعے یہ منصوبہ روبہ تکمیل ہوگا۔

۱۔ دنیا میں عیسائیت پھیلانے کے لیے پینٹی کوسٹ فرقے کے لوگوں کی حکمت عملی، جسے انہوں نے (مشن کی جرات مندانہ پیش قدمی) کا نام دیا ہے۔

۲۔ برکتوں سے بھرے اقدامات۔

۳۔ کیتھولک چرچ کی عالمی نشریاتی مہم "تبلیغ عیسائیت ۲۰۰۰ء" جو سن ۲۰۰۰ء کو کرسمس کے روز اپنے نقطہ عروج پر ہوگی۔

۴۔ "مشن ۲۰۰۰ء" جس کا تعلق امریکہ میں قائم تنظیم "مرکز برائے عالمی مشن" سے ہے۔

مسلم دنیا میں تبلیغ عیسائیت کے لیے جو مختلف مشن سرگرم عمل ہیں ان میں سے ایک "ریڈ سی مشن ٹیم" (REDSEA MISSION TEAM) ہے۔ اس تبلیغی و تبشیری ادارے کے بانی ڈاکٹر یبونل گرگی ہیں جنہیں مشرق وسطیٰ کے مسلم معاشرے میں تبلیغ عیسائیت کا وسیع تجربہ حاصل ہے۔ ڈاکٹر گرگی "ریڈ سی مشن ٹیم" کے دفتر واقع کینیڈا کے ذمہ دار ہیں جب کہ ادارے کی سربراہی جرمنی کے "ولف گینگ سٹیمف" کے ہاتھ میں ہے۔ ادارے کا مرکزی دفتر موزلے (برمنگھم، برطانیہ) میں واقع ہے۔

ریڈ سی مشن ٹیم نے تبشیری کام کے لیے مسلم دنیا کو چنا ہے مگر مسلم دنیا میں آباد غیر مسیحی اقلیتیں بھی اس کا ہدف ہیں۔ مسلم دنیا کے حوالے سے اس کا ماٹو "ISLAM SHALL HEAR" (یعنی اسلام کے ماننے والے لازماً پیغام عیسائیت سنیں گے) ہے۔ ٹیم کے کارکن اگرچہ صحت، طب، زراعت اور تعلیم کے میدانوں میں کام کرتے ہیں اور ان میدانوں میں انہیں خصوصی مہارت حاصل ہوتی ہے تاہم وہ محض طبیب، زرعی ماہرین اور حساب اور الجبرا پڑھانے

والے اساتذہ ہی نہیں ہوتے بلکہ انہیں اسلام کے بارے میں تمام بنیادی معلومات حاصل ہوتی ہیں ۔جن آبادیوں میں وہ کام کرتے ہیں ان کی تاریخ وثقافت اور زبان وادب سے پورے طور پر آگاہ ہوتے ہیں اور تبشیری نفسیات کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے ہیں۔ٹیم نے اپنے کارکنوں کے لیے مطالعہ اسلام پر متعدد کتابچے اور مضامین شائع کئے ہیں۔ جیک بڈ (JACK BUDD) کے قلم سے HOW TO WITNESS TO ISLAM اور STUDIES IN ISLAM (مسلمانوں کے سامنے عیسائیت کی تبلیغ کیسے پیش کی جائے؟) شائع ہو چکی ہیں۔

ٹیم کی جانب سے مختلف ممالک میں اپنی سرگرمیوں کے بارے میں مختصر رپورٹیں بھی شائع ہوتی رہتی ہیں۔یہ رپورٹیں مسلمانوں کو پیش نظر رکھ کر نہیں لکھی جاتیں بلکہ ان کے مخاطب ٹیم کے کارکن ہوتے ہیں یا وہ افراد اور ادارے جو ٹیم کے ہمدرد ہیں اور اسے مالی وافرادی امداد فراہم کرتے ہیں ۔ بالعموم یہ رپورٹیں مسلم افراد کے طلب کرنے پر بھی انہیں مہیا نہیں کی جاتیں۔

ٹیم کسی ایک فرقے سے منسلک نہیں ۔یہ اپنے آپ کو بین الاقوامی بین الفرقی ،انجیلی اور تبشیری قرار دیتا ہے۔ ٹیم نے ایک پمفلٹ PAKISTAN 'S ODEN DOORS شائع کیا ہے جس میں پاکستان میں ٹیم کی تبشیری سرگرمیوں اور اس کی کامیابیوں کا ذکر کیا گیا ہے ۔"

"بھرپور عیسائی دنیا" کی تشکیل کے لیے اختیار کردہ حکمت عملی

اب تک ہم نے پوری دنیا کو عیسائی بنانے کے لیے مشنری سرگرمیوں اور اس سے متعلقہ مختلف مشنری اداروں کا وسیع تناظر میں جائزہ لینے کی کوشش کی ہے ۔آیئے اب دیکھیں کہ کرہ ارض کو مسیحیت میں رنگنے کے ان عیسائی مشنری منصوبوں کی تکمیل کے لیے ان کی حکمت عملی کیا ہے۔ عیسائی مشنری اداروں کی طرف سے ان مشنری منصوبوں کے ساتھ ساتھ عالم اسلام میں اس وقت وسیع پیمانے پر جو تحریک احیائے اسلام برپا ہے اس کے تناظر میں خود پوپ اور دیگر عیسائی لیڈروں کی طرف سے "مکالمہ بین المذاہب" پر زور دیا جا رہا ہے مگر مکالمہ بین المذاہب کی اس پاپائی دعوت میں کونسا جذبہ کارفرما ہے اس کا تجزیہ کیا جانا ضروری ہے۔

پوپ جان پال دوم کے گشتی فرمان مجریہ ۱۹۹۱ء کا ایک حصہ "دوسرے مذاہب کے اپنے بھائیوں اور بہنوں سے مکالمے" سے متعلق ہے۔ لیکن اس "بین المذاہب مکالمے" سے متعلق خود اسی فرمان میں پوپ کی وضاحتیں اس بات کا ثبوت پیش کرتی ہیں کہ وہ "بین المذاہب مکالمے" کا ذکر "کلیسا کے تبشیری کام" کے طور پر کرتے ہیں ۔ان کے اپنے الفاظ ہیں کہ "مکالمے سے تبشیر یا تبلیغ عیسائیت کا فرض ساقط نہیں ہو جاتا ۔مکالمے میں اس لگن کے ساتھ حصہ لیا جاتا ہے کہ کلیسا نجات کا عام ذریعہ ہے اور صرف کلیسا ذریعہ نجات کی اعلیٰ ترین خصوصیات کا حامل ہے" دوسرے الفاظ میں "مکالمہ بین المذاہب" کی اصطلاح عیسائی مشنریوں کے لیے دوسرے مذاہب کو عیسائیت میں جذب کرنے کا دوسرا نام ہے۔مسلمانوں کو کبھی بھی مکالمہ بین المذاہب کی اس بظاہر سادہ اور بے ضرر اصطلاح سے دھوکے میں نہیں آنا چاہیئے۔

(جاری) ۶۱۷

مفتی ذاکر حسن نعمانی
رکن ادارۃ العلم والتحقیق دار العلوم حقانیہ

نعش کی چیر پھاڑ اور اس کا شرعی حکم

DISSECTION OF DEAD BODIES

میڈیکل کالج میں طب کی تعلیم حاصل کرنے والے طلباء وطالبات کو پریکٹیکل (عملی) تعلیم دینے کیلئے انسانی لاش کی چیر پھاڑ کرائی جاتی ہے جس کو DISSECTION کہتے ہیں۔

طریقہ کار

اس چیر پھاڑ کے لیے زیادہ تر لاوارث لاش کی تلاش اور ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ کوئی وارث اپنے مورث کی اس قسم کی چیر پھاڑ برداشت نہیں کرتا۔ لاش کو کیمیکل لگا کر سردخانے میں رکھ دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد طلباء وطالبات کے مختلف گروہ اس لاش کو آپس میں تقسیم کر دیتے ہیں کسی کے حصے میں آنکھ آتی ہے کسی کے حصے میں ٹانگ۔ نعش کئی حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ ہر گروپ اپنے حصے والے عضو کو ہڈی تک مرحلہ وار کھول کر معائنہ کرتا ہے۔ اسی طرح جسم کے ہر حصے کو اچھی طرح کھول کر اس کا معائنہ کیا جاتا ہے۔ اس قسم کی عملی تعلیم سال اوّل وسال دوم کے طلباء وطالبات کو دی جاتی ہے۔ بقیہ تعلیمی پیریڈ میں ان طلباء کو ہسپتال بھیجا جاتا ہے۔ جہاں صرف مریضوں کا دوران آپریشن معائنہ کرتے ہیں۔ تقسیم شدہ لاش کے اندرونی معائنہ کے بعد ہڈی والے اعضاء کو پانی کی گرم دیگ میں ڈالا جاتا ہے تاکہ ہڈی کے ساتھ لگا ہوا گوشت گل کر گر جائے اور ہڈی بالکل صاف ہو کر رہ جائے۔

پھر ہڈیاں میڈیکل کالج کے میوزیم (عجائب گھر) میں رکھ دی جاتی ہیں۔ اس لیے کہ تعلیم کے دوران دوبارہ ان کی ضرورت پڑتی ہے۔ یا وہ ہڈیاں طلباء وطالبات کے ہاتھ بیچ دی جاتی ہیں۔

اس طریقہ کار کی اہمیت

لاش کی اس طرح چیر پھاڑ کی حقیقت اور اہمیت معلوم کرنے کے لیے کئی ڈاکٹروں سے تفصیلی گفتگو ہوئی۔ کچھ ڈاکٹرز ایسے بھی ہیں جو اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ لیکن اکثریت اس کو ضروری سمجھتی ہے۔ بلکہ دنیا کے اندر جہاں بھی میڈیکل کالج ہے تو وہاں یہی طریقہ رائج ہے۔ کیونکہ اس طرح انسانی جسم کے اندرونی اعضاء کا معائنہ اچھی طرح

ہوتا ہے جو بعد میں زندہ آدمیوں کے آپریشن میں بڑا مفید ثابت ہوتا ہے۔ صرف زندہ مریضوں کے آپریشن کے ساتھ اعضاء کے اندرونی معائنہ کو کافی نہیں سمجھا جاتا۔

ڈائسیکشن کو ضروری سمجھنے والوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ مردہ لاش کی چیر پھاڑ کے ساتھ طالب علم میں ہمت اور حوصلہ بڑھتا ہے اس مرحلے سے گزرنے کے بعد کسی مردہ لاش یا خطرناک زخمی کو دیکھ کر گھبراتا نہیں۔ بلکہ بولڈ رہتا ہے اور دلیر ہو جاتا ہے۔

ڈائسیکشن کا متبادل طریقہ

میڈیکل کالج کے میوزیم میں مٹی، لکڑی اور پلاسٹک کے بنے ہوئے انسانی اعضاء ہوتے ہیں۔ اُن مصنوعی اعضاء کے ذریعے بھی تعلیم دی جاتی ہے، لیکن اس پر اکتفاء نہیں کیا جاتا۔

چیر پھاڑ کی شرعی حیثیت

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس طرح لاش کی انتہائی توہین ہوتی ہے۔ شریعت تو درکنار کوئی وارث اپنے مورث کی نعش کے ساتھ یہ برتاؤ برداشت نہیں کرتا۔

پوسٹ مارٹم میں تو لاش دوبارہ ورثاء کے حوالہ کر دی جاتی ہے، اس لیے صرف تاخیر کی تکلیف لوگ برداشت کرتے ہیں۔ لیکن ڈائسیکشن میں تو لاش کا وہ حشر ہوتا ہے کہ الامان! اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو زندگی میں اور بعد الموت دونوں حالتوں میں عزت و تکریم کا سرٹیفکیٹ دیا ہے۔ لاوارث میت کا وارث اللہ تعالیٰ ہے۔ مسلمانوں پر اس کا کفن دفن فرض کفایہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ولقد کرّمنا بنی آدم۔ اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی۔ انسان کی پیدائش سے لے کر دفن تک اس کے جو شرعی احکام ہیں اُن میں اس کی عزت و تکریم کا پہلو نمایاں ہے ہاں بعض جرائم مثلاً زنا، ارتداد اور قتل عمد میں اس کو بطور سزا قتل کیا جاتا ہے لیکن اس کی لاش کا مُثلہ کرنا اس کی اجازت نہیں۔ ام سلمہؓ حضورؐ سے روایت کرتی ہیں۔ عن النبیؐ قال کسر عظم المیت ککسر عظم الحی فی الاثم۔ مردہ کی ہڈی توڑنا گناہ کے اعتبار سے موت و زندگی میں ایک جیسا ہے۔ قال الطیبی الاشارۃ الی انہ لا یھان المیت کما لا یھان الحی۔ طیبی فرماتے ہیں کہ اس میں اشارہ ہے کہ مردہ کی توہین نہ کرو جس طرح زندہ کی توہین منع ہے۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ أذی المؤمن فی موتہ کأذاہ فی حیاتہ۔ مؤمن کو تکلیف دینا موت و حیات میں برابر ہے۔ السیر الکبیر میں ہے والآدمی محترم بعد موتہ علی ما کان علیہ فی حیاتہ۔ آدمی بعد الموت بھی قابل احترام ہے جیسا کہ زندگی میں تھا۔ مزید بحث اور حوالاجات پوسٹ مارٹم کے مضمون میں ذکر کر دیئے ہیں۔ کچھ سوالات و اشکالات مع جوابات کے تفصیلی طور پر پیوند کاری کی بحث میں مذکور

ہیں ۔ انسانی طبیعت بھی اس کو گوارہ نہیں کرتی کہ کسی میت کو بالکل ننگا کرکے مرد اور عورتیں اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے ہر عضو کے ساتھ مذکورہ سلوک شروع کردیں ۔ مردوں اور عورتوں کا آپس میں یکجا ہونا اپنی جگہ الگ گناہ ہے اور پھر ایسے موقع پر تو اور بھی گناہ ہے ۔ آخر حیا بھی کوئی چیز ہے ۔ میاں بیوی میں کتنی بے تکلفی ہے لیکن وہاں بھی حیا پر عمل اولیٰ و بہتر ہے جیساکہ حدیث کا مفہوم ہے ۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور نہ میں نے حضورؐ کو ۔

لیکن اس ڈائسیکشن میں تو بے حیائی کی حد ہوگئی ۔ آخر اس مردہ بے چارے کا قصور کیا ہے ہاں صرف مجبور ہے لیکن پھر بھی اس کے جواز پر زور دیا جارہا ہے ۔

ہمیں تو ایسے معاملات کو شریعت کی کسوٹی پر پرکھنا ہوگا ۔ اس کے جواز میں یہ دلیل دینا کہ ترقی یافتہ ممالک کی ترقی یافتہ طب میں بھی آج تک یہ طریقہ رائج ہے ، صحیح نہیں ۔ اگر یورپ میں یہ طریقہ رائج ہے تو وہ لوگ کسی شریعت کے پابند نہیں ۔ وہ تو اسی دنیا کو سب کچھ سمجھتے ہیں ۔ ان کے ہاں جائز ناجائز کا سوال بالکل فضول ہے ۔ وہ کسی دنیاوی کام کو خراب ہونے نہیں دیتے ۔ دنیاوی معاملات میں شریعت کو آڑ نہیں سمجھتے ۔ لیکن ہم تو شریعت کے پابند ہیں ۔ دنیا کے مقابلہ میں آخرت کو ترجیح دیتے ہیں ۔ دنیاوی معاملات کی ادائیگی میں اگر شریعت کی کھلی خلاف ورزی ہورہی ہے تو اجتناب ضروری ہے

اس میں کوئی شک نہیں کہ لاش کی چیر پھاڑ اور بالکل ضائع کردینا قرآن وحدیث کے کئی نصوص کی کھلی خلاف ورزی ہے جس کا ذکر اوپر کردیا گیا ۔ لیکن آج کل کی ترقی یافتہ طب میں اس کی ضرورت پر زور دینا صحیح نہیں ۔ تمام انسانی اعضاء کی بیرونی واندرونی تشریح مکمل اور واضح طور پر ہوگئی ۔ انسان کا کوئی عضو ایسا نہیں جس کی ساخت اور کارکردگی سے ڈاکٹر واقف نہ ہو ۔ ایکسرے ۔ الٹرا ساونڈ ، سی ۔ ٹی سکین (C.T. SCAN) اور M.R.I کے ذریعے جسم کے تمام اندرونی اعضاء کی تصویریں لی جارہی ہیں ۔ اس پر مزید محنت کی ضرورت ہے اور جسم کے ہر حصے کے مختلف سمتوں سے خوب محنت کے ساتھ بہترین ماڈل بن گئے ہیں ۔ مثلاً آنکھ کا ماڈل دیکھیں جس میں آنکھ کا مکمل نظام آپ دیکھ اور سمجھ سکتے ہیں ۔ بلکہ انسانی اعضاء کی ساخت اور کارکردگی کو دیکھ اور سمجھ کر کئی آلات وجود میں آتے ۔

مثلاً ٹیلی فون میں کان کی تقلید ہے ۔ کیمرہ آنکھ کو سامنے رکھ کر بنایا گیا ہے ۔ کمپیوٹر دماغ کی طرح کام کرتا ہے ۔

اب کیا کرنا چاہیئے

میڈیکل کالج میں طلبہ کو نظریاتی طور پر تعلیم دی جائے اس کے ساتھ انسانی اعضاء کے مختلف مصنوعی ماڈلز کے ذریعے ان کو اچھی طرح سمجھایا جائے

چار ٹوں اور کتابی نقشا و پر سے مدد لی جاسکے۔

طلبہ کی عملی تعلیم کے لیے بہت سے جانوروں کو چیر پھاڑ کر اندرونی اعضاء اور نظاموں کے معائنہ کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انسانی اعضاء اور جانوروں کے اعضاء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن بہت سے اعضاء کی کارکردگی۔ نظام انہضام اور نظام تنفس وغیرہ میں کافی حد تک مماثلت پائی جاتی ہے زندگی کے بقا کے لیے جن جن اعضاء کی ضرورت ہے وہ تقریباً سب میں مشترک ہیں اس لیے ضروری اعضاء مثلاً آنکھ، کان، دل، پھیپھڑے، تلی، معدہ، لبلبہ، گردہ وغیرہ کا معائنہ جانوروں میں خوب اطمینان کیساتھ بلاخوف وخطر دنیوی و اخروی کے کیا جاسکتا ہے اسکے ساتھ ساتھ ہسپتالوں میں بڑے بڑے سرجنوں کی نگرانی میں دوران آپریشن مختلف اعضاء کا اچھی طرح معائنہ کرایا جائے۔ اس کے بعد جو طالب علم سرجری (جراحت) کی لائن اختیار کرنا چاہے تو مزید تجربہ بڑھانے کے لیے ہسپتال میں کسی بڑے سرجن (جراح) کی نگرانی میں آپریشن کرتا رہے۔ اگر فزیشن (طبیب) بننا چاہے تو کسی ماہر فزیشن کی نگرانی میں پریکٹس کرتا رہے۔ ابتدائی دو سالوں میں طالب علم سے ڈائسیکشن کرائی بھی جائے تو اس سے سرجن نہیں بن سکتا۔ بلکہ میڈیکل کالج میں ڈائسیکشن کی تعلیم دینے والا ماہر استاد بھی ایک سادہ آپریشن نہ کرتا ہے اور نہ کرسکتا ہے۔ جسے سرجن بننا ہوتا ہے وہ زندہ مریضوں کے آپریشن کے مراحل سے بار بار گزرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک کامیاب سرجن دوبارہ ڈائسیکشن کو ضروری نہیں سمجھتا۔ اور نہ اس عمل کی طرف دوبارہ لوٹ کر آتا ہے۔ لہٰذا جس ڈاکٹر کو سرجن بننا ہے اس کا واحد راستہ یہی ہے کہ سرجری کی لائن کو کامیاب اور ماہر سرجن کی راہنمائی میں اختیار کرے۔ مستقبل میں بننے والے کامیاب سرجن کی سرجری میں طالب علمی کے ابتدائی دو سالوں کے ڈائسیکشن کا اتنا دخل نہیں ہوتا جتنا کہ اس کی بقیہ انتھک محنت و تجربات کا ہوتا ہے۔

قومی خدمت ایک عبادت ہے

اور

سروس انڈسٹریز اپنی صنعتی پیداوار کے ذریعے

سال ہا سال سے اس خدمت میں مصروف ہے

قدم قدم حسین قدم قدم آرام

جناب سید مزمل حسین صاحب

مغرب کے دوہرے معیار

امریکہ کی قیادت میں سرمایہ دارانہ معیشت کے حامل ممالک اور سوویت یونین کی قیادت میں اشتراکی بلاک کے مابین ایک طویل عرصے تک دنیا سرد جنگ سے دوچار رہی۔ سوویت یونین کا شیرازہ بکھرا تو سرمایہ دارانہ بلاک کے ممالک خصوصاً وہاں کی قیادتیں الجھاؤ کا شکار ہو گئیں، اس لیے کہ مغرب میں جن لوگوں کو وہ اشتراکیت سے ڈرا کر اپنے ساتھ رکھے ہوئے تھے۔ قریب تھا کہ وہ ان کے چنگل سے نکل جاتے علاوہ ازیں ایران میں اسلامی انقلاب اور پھر افغانستان میں سوویت یونین کی فوجی شکست کے باعث دنیا بھر میں اسلام اور مسلمان توجہ حاصل کرنے لگے۔ اس پر مغرب کے مقتدر طبقوں کا ماتھا مزید ٹھنکا انہوں نے محسوس کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اسلام ان کے لیے مستقبل کا خطرہ بن جاتے اور پھر انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کو دنیا بھر میں بدنام کرنے کے لیے منصوبہ بندی سے ایک مہم کا آغاز کر دیا۔ مغرب میں صلیبی روح نے حلول کر لیا اور تعصب و تنگ نظری نے لوگوں کی سوچوں پر پہرے بٹھا دیتے ہیں۔ کچھ مسلمانوں کو بنیاد پرست کے طور پر اور کچھ کو معتدل کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے، حالانکہ اسلام میں بنیاد پرست یا معتدل کا کوئی تصور نہیں ہے۔ ہر مسلمان اسلامی حمیت اور نرم خوئی سے بیک وقت متصف ہوتا ہے۔

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

اس کو مزید آسانی سے عمران خان کی مثال سے سمجھا جا سکتا ہے۔ عمران خان کچھ عرصہ پہلے تک مغرب اور مغرب پرست طبقے کی پسندیدہ شخصیت تھی، لیکن جب اس نے اسلامی غیرت و حمیت کا اظہار کرنا شروع کر دیا تو اسی عمران خان پر بنیاد پرست کی پھبتی کسی گئی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ عمران خان کو اپنے ہی وطن میں اجنبی بنایا جا رہا ہے۔ اس کے دوست ٹی وی نے اس سے منہ موڑ لیا ہے۔ مغربی ذرائع ابلاغ ایک عرصے سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف معاندانہ مہم جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اخبارات میں مضامین کا ایک سلسلہ جاری ہے۔ ریڈیو اور ٹی وی پر مسلسل ایسے پروگرام پیش کیے جا رہے ہیں، جن میں اسلام کو ناقابل عمل اور مسلمانوں کو تہذیب و تمدن کے دشمن کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ لیکن یہ عجیب طرفہ

تماشا ہے کہ مغربی ذرائع ابلاغ مسلمانوں کو تو خونخوار کے روپ میں پیش کرتے ہیں اور خود ہیروشیما و ناگاساکی میں اپنی سفاکیوں کو بھول جاتے ہیں۔ وہ ویت نام میں اپنی پھیلائی ہوئی تباہیوں کو فراموش کر دیتے ہیں۔ یہاں ہم نے مثالیں بھی غیر مسلم دنیا پر مغرب کے مظالم کی دی ہیں، مسلم دنیا کا دانستہ ذکر نہیں کیا، اس لئے کہ مسلمانوں کا قتل عام اہل مغرب پر مسلط مقتدر قوتوں کی نظر میں کوئی جرم نہیں ہے۔ اگر یہ کوئی جرم ہوتا تو وہ فلسطینیوں کا یوں تہ تیغ ہونا گوارا نہ کرتے۔ بوسنیا اور چیچنیا میں یوں مسلمانوں کو تاخت و تاراج نہ کیا جاتا اور کشمیر میں یوں انسانیت کی مٹی پلید ہونے کا نظارہ نہ کیا جاتا۔

مغربی دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں کیا انداز فکر رواج پا رہا ہے؟ اس کا مشاہدہ فرانس میں پردے پر عائد کی جانے والی پابندی سے کیا جا سکتا ہے۔ فرانس میں پردے کو چھوت کی بیماری تصور کیا جاتا ہے۔ وہاں کی باپردہ طالبات کا زیادہ وقت اپنے اسباق کی تیاری کی بجائے پردے کے دفاع کی کوششوں میں صرف ہو جاتا ہے۔ وال اسٹریٹ جرنل کے مطابق فرانس کی حکومت اب مسلم اقدار کے احیاء کو شدید خطرہ سمجھتی ہے۔ ایک اور فرانسیسی ہفت روزے کے مطابق مسلم طالبات میں پردے کے فروغ کے باعث فرانس کی آزاد خیالی کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ کینیڈا سے شائع ہونے والے اسلامی میگزین "کریسنٹ انٹرنیشنل" نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

FREE TO BARE, BUT NOT TO COVER یعنی وہاں ننگا ہونے کی تو آزادی ہے، لیکن پردے پر پابندی ہے۔ اسی کی طرح قرآن حکیم کی سورۃ "التین" میں "پھر ہم نے انسان کو گمراہی کی انتہاء گہرائیوں کی طرف لوٹا دیا" کے الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ مغربی دنیا کے ایک اور معروف اخبار "سنڈے ٹائمز" نے لکھا ہے کہ مغرب کے پاس ان دنوں کوئی ایسا عظیم رہنما نہیں ہے جو مستقبل کے چیلنجوں کا مقابلہ کر سکے اور مستقبل کا سب سے بڑا چیلنج مغرب کے مقتدر طبقوں کی نظر میں اب صرف اسلام ہے۔ اسی کا اظہار نیٹو کے حالیہ اعلیٰ سطحی اجلاس میں بھی کیا گیا۔ مسلمانوں کے خلاف لڑی جانے والی میڈیا وار میں اب فرانس اور امریکہ ہی اکیلے نہیں ہیں بلکہ جرمنی بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا ہے۔ جرمنی میں آہستہ آہستہ مسلمانوں کے لیے عرصہ حیات تنگ کیا جا رہا ہے۔ حال ہی میں لندن سے شائع ہونے والے اسلامی مجلے امپیکٹ انٹرنیشنل نے جرمنی میں مسلمانوں کے خلاف فروغ پذیر تعصب کی جانب توجہ دلائی ہے۔ مجلے نے لکھا ہے کہ اس ضمن میں جرمنی، فرانس، امریکہ اور برطانیہ میں مکمل ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ "ریڈرز ڈائجسٹ" سے ہمارے ہاں کا تعلیم یافتہ واقف ہے، یہ کئی ممالک سے شائع ہوتا ہے، اس نے ایسے مضامین کا ایک سلسلہ شروع کر دیا ہے، جن کا مقصد مسلمانوں کی کردار کشی ہوتا ہے۔ ڈائجسٹ

کی خاص بات یہ ہے کہ وہ معلومات کے سلسلے میں اسرائیلی ذرائع پر انحصار کرتا ہے اور اسرائیل کی اسلام دشمنی کوئی راز نہیں ہے۔ اسلام کے خلاف اس مہم کے اثرات اب امریکہ اور دیگر مغربی ممالک میں نہایت آسانی سے محسوس کیے جا سکتے ہیں اور وہاں اسلام کو مستقبل کا خطرہ سمجھا جا رہا ہے۔ اے کاش کہ اہل مغرب کو اسلام کی امن و سلامتی پر مبنی تعلیمات کا ادراک ہوتا۔ اے کاش کہ ہم انہیں بتا سکتے کہ جس اسلام کو وہ خطرہ سمجھ رہے ہیں، اس پر کسی کا اجارہ نہیں ہے۔ اے کاش کہ مسلمان اپنے انداز تبلیغ میں تبدیلی لاتے اور قرآن حکیم کے حکمت و مناسب طرز عمل کے حکم پر عمل کرتے ہوتے سسکتی انسانیت تک خیر و فلاح کا پیغام پہنچاتے۔

مغرب کے مقتدر طبقوں میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پائے جانے والے تعصب کی تہہ میں جائیں تو پتہ چلتا ہے کہ یہ سب کچھ یہودیوں اور صلیبیوں کا کیا دھرا ہے۔ وہاں کا عام آدمی تو سکون کی تلاش میں ہے لیکن اس کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کی جا رہی ہیں۔ امریکہ میں یوسف پوڈانسکی اور خان فورسیٹ نے گزشتہ سال ۹۲ صفحات پر مشتمل جو رپورٹ تیار کی تھی، اس میں مغرب خصوصاً امریکہ کی قیادت و سیادت کو چیلنج کرنے والی تمام مسلمان تنظیموں کو دہشت گرد قرار دیا گیا تھا۔ ان تنظیموں میں سب سے اہم فلسطین کی "اسلامی جہاد، حماس" اور لبنان کی "حزب اللہ" شامل ہیں۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ یہ تنظیمیں ایران اور سوڈان کی مدد سے کام کر رہی ہیں۔ رپورٹ تیار کرنے والے دونوں حضرات معروف یہودی ہیں۔ ایک اور رپورٹ یہودی تنظیم "اے ڈی ایل" نے تیار کی ہے۔ اس میں امریکہ میں قائم اسلامی تنظیموں اور اداروں پر الزام لگایا گیا ہے کہ وہ "حماس" اور اسرائیل کے خلاف نبرد آزما دیگر تنظیموں کی مدد کرتی ہیں۔ اسرائیلی وزارت دفاع نے بھی ایک خفیہ مراسلے کے ذریعے "اسلامی بنیاد پرستی کا خطرہ" کے عنوان سے مغرب کو خوفزدہ کیا ہے اسی طرح مشرق وسطی کے بارے میں تحقیق و تجزیے میں مصروف ادارے بھی اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے کام میں لگے ہوتے ہیں۔ ان اداروں میں۔

WINEP، JINSA، BRITH BINAI اور دیگر کئی ادارے شامل ہیں۔ ابلاغی بلکہ زیادہ صحیح الفاظ میں پروپیگنڈے کے محاذ پر اسلام کے خلاف زہر اگلنے والے اداروں میں امریکہ کا پبلک براڈ کاسٹنگ سسٹم، کولمبیا براڈ کاسٹنگ سسٹم، سی این این، بی بی سی، وائس آف امریکہ، واشنگٹن پوسٹ نیویارک ٹائمز، میامی ہیرالڈ، واشنگٹن جیوش ویکلی، یو ایس ٹوڈے، مڈل ایسٹ کوارٹرلی، ایسوسی ایٹڈ پریس، یو پی آئی، اے ایف پی، ڈی پی اے، رائٹر اور دیگر کئی ادارے شامل ہیں۔ ان کے مسلسل پروپیگنڈے اور امریکہ میں مضبوط یہودی لابی کا یہ اثر ہے کہ امریکن صدر کلنٹن نے ان کی خوشنودی کے حصول کے

لیے "حماس"، "حزب اللہ" اور "اسلامی جہاد" کے امریکہ میں موجود تمام بنک اثاثے ضبط کرنے کا حکم جاری کیا ہے۔ یہ سراسر ابلاغی مہم ہے، ورنہ حقیقت میں امریکہ میں ان تنظیموں کے کوئی اکاؤنٹ سرے سے ہی نہیں ہیں۔ امریکہ پہلے ایران اور لیبیا کے اثاثے ضبط کر چکا ہے، اس کے بعد یہ تنظیمیں امریکہ میں اپنے اکاؤنٹ کیوں رکھنے لگیں؟ کیا حقیقی مومن ایک سوراخ سے کبھی دوسری بار ڈسا جاتا ہے؟

یہ تو ہوئی مغرب کے رویے کی بات، لیکن کیا ہم انسانیت کی تباہی و بربادی پر چپ سادھے رہ سکتے ہیں؟ کیا ہم مغرب کے مقتدر طبقوں اور یہودیوں کو یہ مہلت دے سکتے ہیں کہ وہ انسانوں کی دنیا و آخرت برباد کرتے رہیں؟ ہم سب مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس پر غور کریں۔ ایک دوسرے کا گلہ کاٹ کر اسلام کو بدنام نہ کریں۔ ہمارا دین، بلکہ یوں کہیے کہ انسانیت کا دین، اسلام تو امن کا پیامبر ہے۔ ہم نے مغربی اداروں اور ذرائع ابلاغ کی مہم کا مقابلہ حکمت عملی اور منصوبہ بندی سے کرنا ہے۔ یہی انسانیت کی سب سے بڑی خدمت ہے۔

(بقیہ صہ ۲۵ سے)

حکم دیا ہے، جو اجتماعی نظام کے سلسلے میں ایک اور قطعی اور محکم دلیل ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں امام کاسانیؒ نے تحریر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عاملین کا ذکر کر کے پوری صراحت کر دی ہے کہ زکوٰۃ میں عاملین کا بھی حق ہے۔ اگر امام (وقت) کو اصحاب مال سے مویشیوں کی زکوٰۃ وصول کرنے کا حق نہ ہوتا، بلکہ اس کی ادائیگی کا حق اصحاب مال کو ہوتا تو عاملین کے تذکرہ کی کوئی وجہ نہ ہوتی۔

والعاملين عليها۔ فقد بيّن الله تعالیٰ ذلك بياناً شافياً، حيث جعل للعاملين عليها حقاً۔ فلو لم يكن للامام أن يطالب أرباب الأموال بصدقات الأنعام فی أماكنها وكان أداؤها الی أرباب الأموال لم يكن لذكر العاملين وجه [۱]

اس موقع پر موصوف نے عاملین کو اگرچہ صرف مویشی وصول کرنے والے قرار دیا ہے، مگر جیسا کہ دیگر ائمہ کے بیانات اوپر مذکور ہو چکے اُن کی رُو سے یہ بات ہر قسم کے اموال کی وصولی پر صادق آتی ہے۔ بہرحال ان قرآنی دلائل سے بخوبی واضح ہو گیا کہ زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کا حق اصلاً اسلامی حکومت کو حاصل ہے کہ وہ شریعت کے منشا کے مطابق مالداروں سے زکوٰۃ وصول کر کے اسے حقداروں میں تقسیم کرے۔ (جاری)

---

[۱] بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، علاؤالدین ابوبکر کاسانی: ۳۵/۲، مطبوعہ کراچی۔

جناب محمد موسیٰ بھٹو

ملک کے خلاف سازشوں کے پس پردہ قوت کی نشاندہی

* امریکہ کو پاکستان کے حالات کنٹرول کرنے میں فیصلہ کن اختیار حاصل ہے *
* سامراج کو پاکستان کے دینی مدارس سے مختلف خطرات کے اندیشے *
* دینی مدارس کے خلاف حکومت کی نئی پالیسی اور خطرناک عزائم کا پس منظر؟ *

حکومت کی طرف سے دینی مدارس کے نظام پر کنٹرول کر کے اسلامی تعلیم اور تربیت کے سسٹم کو ختم کرنے کے لیے کچھ اہم فیصلے کیے گئے ہیں، دینی مدارس جو پاکستان میں اسلامیت اور اسلامی تہذیب کے بقاء، تحفظ اور فروغ کا اہم ذریعہ ہیں اور مغربیت اور تہذیب جدید کے اثرات کی روک تھام کے لیے بھی مرکزی حیثیت رکھتے ہیں، سوال یہ ہے کہ مدارس کے خلاف حکومتی اقدامات کا پس منظر کیا ہے، اگر ہم اس مسئلے کا گہرا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ بدقسمتی سے پاکستان میں کسی بھی حکومت کو اہم قومی معاملات اور ملکی فیصلوں کے بارے میں آزادی اور خودمختاری حاصل نہیں رہی ہے، بلکہ ہر حکومت بین الاقوامی سامراجی قوت امریکہ اور یہودیوں کے بین الاقوامی مالیاتی اداروں کی محتاج اور دست نگر رہی ہے، چونکہ ملک کے نظام کو چلانے اور قومی ترقیاتی کاموں کو جاری رکھنے کے لیے اپنے ذرائع و وسائل پر بھروسہ کرنے اور خودکفالتی پروگرام کی بجائے ہر حکومت کا انحصار امریکہ اور بین الاقوامی مالیاتی اداروں پر رہا ہے، اس لیے وہ ادارے حکمرانوں کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر ملک کے تمام شعبہ جات کے لیے پالیسیاں اور نقشہ کار تیار کر کے ملک پر مسلط کرتے رہے ہیں۔ ملک کی سیاست کا نقشہ کیا ہونا چاہیئے۔ ملک میں آمریت قائم ہو یا جمہوریت، تعلیم میں کن چیزوں کو اہمیت حاصل ہونی چاہیئے اور کون سی چیزیں غیر اہم ہوں، نصاب تعلیم کیا ہو، طلباء کا لباس کیا ہونا چاہیئے، ملک کا انتظامی ڈھانچہ کیا ہو، افسروں کی تنخواہیں کتنی ہوں، ان کا تربیتی سسٹم کیا ہو، ملک میں کن چیزوں کے کارخانے قائم ہونے چاہیئے کون سے کارخانے قائم نہ ہونے چاہیئے، مغربی ملکوں سے کون سا سامان درآمد کرنا چاہیئے، ٹیکس کا نظام کیا ہو، گیس بجلی اور پانی کے ریٹ کیا ہوں، ملک میں کون سی فصل کاشت ہونی چاہیئے، کون سی نہیں ہونی چاہیئے اور کون سا بیج استعمال کیا جائے، کون سا استعمال نہ کیا جائے، ٹیلیویژن اور ابلاغ کے ذرائع سے تہذیب جدید کو کس طرح فروغ دینا چاہیئے، ملک کی خارجہ پالیسی کیا ہو وغیرہ ان سارے معاملات کے بارے میں حکمرانوں کو ہدایات امریکہ اور مالیاتی اداروں کی طرف سے ملتی رہتی ہیں اور وہ آنکھیں بند کر کے ان کی ہدایات پر عمل کرنے کے

لیے مجبور ہیں ۔ کیونکہ ملک کے نظام کو چلانے کے لیے رقم ان سے لی جاتی ہے اور حکمرانوں کے اقتدار کے تحفظ کا ذریعہ بھی وہی ہیں ۔ سامراج کو اپنے ملک میں اتنا مضبوط اور طاقتور بناتے ہیں جس چیز نے اہم کردار کیا ہے ، وہ زندگی کا مسرفانہ اور عیاشانہ نقطۂ نظر ہے ، جس کے تحت سادگی ، قناعت اور خود کفالت کے بجائے عیش و عشرت سے زندگی گزارنے والا رویہ ہے ، جس نے حکمرانوں کو غیروں کے سامنے جھکنے اور ان کے آگے جھولی پھیلانے پر مجبور کیا ہے ۔

بہرحال امریکہ اور مالیاتی اداروں کا ملک کی پالیسیوں پر عمل دخل کا اندازہ درج ذیل واقعات سے لگایا جا سکتا ہے ۔ جنرل محمد ضیاء الحق کے دور حکومت میں بچوں کی ابتدائی تعلیم کے لیے "مسجد اسکول" کے نام سے اسکیم شروع کی گئی تھی جس کا مقصد یہ تھا کہ نئی نسل کم از کم ناظرہ قرآن پڑھ سکے ، جو مسلمان کی حیثیت سے ہر فرد کا بنیادی حق ہے اور اسلامی فریضہ بھی ہے ۔ اس اسکیم کے مطابق مساجد میں اساتذہ کا تقرر ہوا تھا اور ہزارہا مسجدوں میں قرآنی تعلیم کا سلسلہ شروع ہو رہا تھا ، لیکن دیکھتے ہی دیکھتے اچانک یہ سلسلہ بند ہو گیا ۔ بعد میں معلوم ہوا کہ عالمی بینک نے دھمکی دی ہے کہ چونکہ بچوں کو مذہبی تعلیم دینے سے ملک میں بنیاد پرستی کو فروغ حاصل ہو گا ، اس لیے اگر پاکستان حکومت نے مذہبی تعلیم کا یہ سلسلہ بند نہ کیا تو عالمی بینک کی طرف سے مختلف منصوبوں میں پاکستان کو جو قرض دیا جاتا ہے ، قرض کی یہ ساری رقم بند کر دی جائے گی ۔ اس دھمکی کے نتیجہ میں حکومت کو مجبوراً مسجد اسکول کا سلسلہ بند کرنا پڑا اور ملک کے لاکھوں بچوں کو قرآن مجید پڑھنے کے بنیادی حق سے محروم رکھنا پڑا ۔

دوسرا واقعہ بھی اتنا ہی دردناک ہے : حکومت پاکستان ہر سال امریکہ اور اٹلی سے زرمبادلہ جو تقریباً ایک ارب روپیہ کے برابر ہے ، خرچ کر کے پام آئل (کھانے کا تیل) برآمد کرتی ہے ، ان ملکوں سے یہ تیل بہت مہنگا پڑتا ہے اسلامی ملکوں کی کچھ بااثر شخصیات درمیان آئیں اور انہوں نے ملائیشیا کی حکومت سے گفتگو کی ، طے ہوا کہ پاکستان اب یہ تیل ملائشیا سے منگوائے گا ۔ اٹلی اور امریکہ کے مقابلہ میں ملائشیا سے ملنے والے تیل کی رقم اتنی کم تھی کہ پاکستان کو برائے نام رقم خرچ کرنی تھی ، حکومت پاکستان اور ملائشیا کے درمیان اس سلسلہ میں معاہدہ بھی طے پایا تھا ، چنانچہ پام آئل کے جہاز ملائشیا سے روانہ ہوئے ۔ پاکستانی حکومت نے امریکہ کو کہہ دیا تھا کہ وہ آئندہ اپنی سہولت کے مطابق دوست ملکوں سے یہ تیل برآمد کریں گے ، امریکہ بہادر مطمئن تھا کہ پاکستان جیسا غلام اور کمزور ملک اس طرح کے اہم معاملات میں آزادانہ فیصلہ کیسے کر سکتا ہے ، چنانچہ جب اسے معلوم ہوا کہ ضیاء الحق نے یہ جرأت مندانہ فیصلہ کر لیا ہے ، تو امریکہ بہادر نے حکومت کو دھمکی دی کہ اگر یہ قدم واپس نہ لیا گیا تو امریکہ اور ساری مغربی دنیا پاکستان کا اقتصادی بائیکاٹ کرے گی اور پاکستان کی ساری اقتصادی امداد (یعنی سود پر ملنے والا قرضہ) بند کر دی جائے گی چنانچہ ضیاء الحق نے اس دھمکی کے بعد ملائشیا سے معاہدہ توڑ دیا ۔

تیسرا واقعہ ملک کے ممتاز سائنسدان ڈاکٹر سلیم الزمان صدیقی کے حوالے سے پیش کیا جاتا ہے ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی صاحب نے ایک ماہانہ رسالے میں مدیر کو آف دی ریکارڈ گفتگو میں بتایا کہ انہوں نے تیل کی صفائی کے ذریعے حاصل ہونے والے کیمیکلز سے کیڑوں کے مارنے کی دوا تیار کی تھی، جو طویل تجربات کے بعد انتہائی مؤثر ثابت ہوئی جب ڈاکٹر صاحب نے حکومت پاکستان کو سفارش کی کہ یہ دوائی صنعتی طور پر بڑے پیمانے پر تیار کی جائے تو کہا گیا کہ پاکستان کیڑے مارنے کی دوا تیار نہیں کرسکتا، کیونکہ امریکہ سے ہمارے جو فوجی اور تجارتی معاہدے ہیں، اس کے مطابق ہم پابند ہیں کہ وہ دوائیاں امریکہ سے درآمد کریں اور ملک میں تیار نہ کریں۔ ڈاکٹر صاحب کا کہنا ہے کہ اگر یہ دوائی ۱۹۷۰ء میں تیار کی جاتی تو پاکستان اربوں روپے کے خرچ سے بچ سکتا تھا۔ (روزنامہ جسارت ۳۰ دسمبر ۱۹۹۲ء)

روزنامہ جسارت نے ماہانہ رسالے کے حوالے سے ایک دوسرا بھی اہم واقعہ بیان کیا ہے جس کے مطابق ملک کے ممتاز ایٹمی زرعی سائنسدان ڈاکٹر خوشنود احمد صدیقی نے دس سال پہلے گندم کا ایک نیا بیج تیار کیا تھا۔ جس کی کاشت سے گندم کی پیداوار میں پانچ سے سات گنا تک اضافہ ہوسکتا تھا، اس بیج کی پیداواری صلاحیت ثابت شدہ ہے اور اس کو بین الاقوامی طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ۱۹۸۶ء میں سندھ حکومت کو مشورہ دیا کہ وہ گندم کے اس خاص قسم کے بیج کی تیاری کے لیے بیکار زمین استعمال کرے۔ جس کے نتیجہ میں ایک سال کے اندر وہ بیج سارے ملک کے کاشتکاروں کو حاصل ہوسکتا تھا، اگر پاکستان میں گندم کا یہ بیج کاشت کیا جاتا تو ڈاکٹر صاحب کے اندازے کے مطابق نہ صرف یہ کہ ملک گندم کے معاملے میں خود کفیل ہوجاتا، بلکہ گندم بڑے پیمانے پر برآمد بھی کی جاسکتی تھی، لیکن افسوس ڈاکٹر صاحب کی اس تجویز پر عمل نہ ہوسکا۔

یہ تو وہ چند واقعات ہیں، جو معلوم ہوسکے ہیں، لیکن ملک کی تعلیمی اور تہذیبی اقدار، تربیتی سسٹم، اقتصادیات معاشیات اور قومی یکجہتی کو نقصان پہنچانے کے لیے امریکہ اور مالیاتی اداروں کی طرف سے جو مختلف کاروائیاں ہوتی رہی ہیں اور حکمرانوں کو جو فیصلے ڈکٹیٹ (املا) کرائے جاتے ہیں وہ پوشیدہ ہیں، ان سے حکمرانوں کے علاوہ ملک کا کوئی طبقہ واقف نہیں ہے لیکن آج ہم قومی زندگی میں ان سازشی کارروائیوں کے نتائج اور اثرات بھگت رہے ہیں کہ زندگی کی کوئی کل درست نہیں ہے اور زراعت، صنعت، تجارت، تعلیم، انتظامیہ، سیاست، غرض کہ پورا نظام تباہی سے دوچار ہے۔ زراعت کا حال یہ ہے کہ دنیا کا سب سے بہترین نہری نظام اور زرخیز زمین اور جفاکش افرادی طاقت ہونے کے باوجود ہم اربوں روپے خرچ کرکے گندم، کپاس دالیں، پیاز، مرچ اور دوسری چیزیں برآمد کرتے ہیں۔ صنعتی اعتبار سے حالت یہ ہے کہ ہم سوئی سے لے کر جہاز تک درآمد کرتے ہیں تائیوان اور سنگاپور جیسے چھوٹے ملک جو آبادی اور علاقے کی وسعت کے لحاظ

سے پاکستان سے کسی قطار اور شمار میں ہی نہیں، صنعتی پیداوار میں وہ ہم سے دس گنا زیادہ ہیں، حالانکہ پاکستان میں فنی ماہروں، صلاحیتوں اور افراد کی کوئی کمی نہیں ہے۔ پاکستان کے فنی ماہر اور سائنسی صلاحیتوں کے حامل افراد امریکہ اور جاپان جیسے ملکوں میں اہم خدمات سرانجام دے رہے ہیں، لیکن ملک ان کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کے لیے تیار نہیں ہے۔ تعلیمی لحاظ سے ملک کی جو حالت ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ پاکستان میں ہر سال سائنس کے شعبے میں صرف ۲۵ افراد پی ایچ ڈی کرتے ہیں، جب کہ بھارت میں دو ہزار اور برطانیہ میں پانچ ہزار افراد سالانہ پی ایچ ڈی کرتے ہیں۔ تہذیبی اعتبار سے حالت یہ ہے کہ ہر سال تعلیمی اداروں سے سیکولر ذہن کے لاکھوں نوجوان تیار ہو رہے ہیں، جو حلال و حرام، جائز و ناجائز اور حق اور باطل کے فرق اور شعور سے محروم ہیں، اس سال سے چھٹی کلاس کے بچوں کے لیے سرکاری طور ٹائی پینٹ اور بش شرٹ لازم کیا گیا ہے، تاکہ بچوں میں مغربی تہذیب کی نقالی اور غلامی کی عادت مزید مستحکم ہو جائے اور مغرب کی غلامی کو وہ غلامی تصور کرنے کے لیے تیار نہ ہوں، اس کے ساتھ ساتھ پہلی جماعت سے انگریزی زبان کی تعلیم کو بھی لازم کیا گیا ہے تاکہ مسلمان بچوں کی ساری توجہ انگریزی زبان میں ہونے لگے اور ان کی زبان کا لٹریچر اور تہذیبی اثرات انہیں ذہنی طور پر مادہ پرست اور حیوان نما انسان بنا سکے۔

ملک کی حالت زار کی یہ تفصیل اس لیے بیان کی گئی ہے تاکہ ملک کے حالات میں کارفرما اصل طاقت کی سازشوں اور پلاننگ کو سمجھنے میں مدد مل سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ پاکستان کے حالات پر کنٹرول کرنے کے معاملے میں فیصلہ کن اختیار حاصل کر چکا ہے، کوئی بھی حکومت امریکہ کی مرضی اور مشورے کے بغیر ملکی اور قومی معاملات میں اقدام کرنے کی جرأت نہیں کر سکتی۔

پاکستان کو ہر اعتبار سے کمزور اور مفلوج کرنے کے باوجود امریکہ بین الاقوامی یہودیت اور ان کے ادارے اسلامی بنیاد پرستی کی لہر سے خوفزدہ ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ انہیں ڈر ہے کہ بنیاد پرستی کی تحریک کے ذریعے پاکستان اور مسلم ملکوں کے خلاف ان کی سازشیں ناکام ہو سکتی ہیں اور بین الاقوامی طور پر لوٹ مار اور استحصال پر مشتمل نظام کمزور ہو سکتا ہے، اس طرح ایک طرف تو مسلمانوں کی حالت میں بہتری آئے گی دوسری طرف امریکہ اور استحصالی مغربی ملکوں کی اقتصادیات، سماج اور ریاست کی بنیادیں ہل جائیں گی یہ وہ خطرہ ہے، جس سے مقابلہ کے لیے پاکستان اور دوسرے مسلم ملکوں میں اسلامی اثرات کو بتدریج ختم کرنے کے لیے گہری منصوبہ بندی سے کام لیا جا رہا ہے اور حکمرانوں کو فیصلے ڈکٹیٹ کرائے جاتے ہیں۔

پاکستان کے دینی اداروں اور درس گاہوں پر جو وار کیا گیا ہے وہ ایک طویل منصوبہ بندی کا حصہ ہے

سامراج کے نزدیک پاکستان کے دینی مدارس کے ذریعے جو خطرات درپیش ہیں وہ یہ ہیں ۔

۱۔ مدرسے اسلامی بنیاد پرستی کو فروغ دے رہے ہیں ۔

۲۔ تہذیب جدید کے خلاف شعور پیدا کر رہے ہیں ۔

۳۔ جہاد (جو اسلام کے تحفظ اور بقاء کا آخری ذریعہ ہے) کا جذبہ اجاگر کر رہے ہیں ۔

۴۔ مدرسوں کے شاگرد افغانستان اور کشمیر میں عملی جہاد کی ٹریننگ حاصل کر چکے ہیں، جس کی وجہ سے وہ خطرہ بن سکتے ہیں ۔

۵۔ پاکستان کے دینی مدارس کے ذریعے مسلم دنیا میں سامراج کی سازشوں کے خلاف شعور پیدا ہو رہا ہے اور مسلم دنیا میں ہر جگہ علمائے کرام اپنی دعوتی سرگرمیوں اور نظریاتی پختگی کی بناء پر شعور و آگاہی پیدا کر رہے ہیں

۶۔ مسلم دنیا ہی نہیں بلکہ مغربی ملکوں میں آباد مسلمانوں کی اسلامی زندگی کے تحفظ کے لیے بھی پاکستانی مدرسوں کے علمائے کرام موثر کردار ادا کر رہے ہیں، اس طرح سامراج کی نظر میں پاکستان کی دینی درسگاہیں عالم اسلام اور دنیا میں اسلامی بنیاد پرستی کو فروغ دینے اور جہادی سرگرمیوں کو جاری رکھنے کا ذریعہ ہیں اور سامراج کے توسیع پسندانہ مقاصد کی راہ میں شدید رکاوٹ بھی - یہ ہے وہ پس منظر جس میں ملک کی دینی درسگاہوں پر وار کیا گیا ہے، ان حالات میں سامراج کی سازشوں سے مقابلہ اور اسلامیت کے تحفظ کے لیے ہمیں کیا لائحہ عمل مرتب کرنا چاہیئے اس سلسلہ میں غور و فکر کر کے لائحہ عمل طے کرنا، یہ مذہبی قوتوں کا کام ہے ۔

(بقیہ ص۶۱ سے)

مولانا سید تصدق بخاری بزرگ عالم دین، ایک محقق مصنف اور بزرگ صحافی ہیں، ان کی متعدد علمی اور تحقیقی کتب منظر عام پر آ چکی ہیں اور علماء سے خراج تحسین وصول کر چکی ہیں، موصوف الحق کے قارئین کے لیے کوئی نئی شخصیت نہیں، ان کے وقیع مضامین بھی الحق کے صفحات کی زینت بنتے رہتے ہیں، الحق کے تازہ شمارہ میں "محرف قرآن" بھی ان ہی کے سلسلہ تحریر کی ایک کڑی ہے ۔

اب موصوف نے اپنی علمی اور تحقیقی کاوشوں کو باقاعدہ اور مربوط طریقہ سے اپنے حلقۂ افادہ اور ارباب ذوق کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے "ماہنامہ ضیاء السنہ" کے اجراء کا مبارک اقدام کیا ہے ضیاء السنہ کے مطبوعہ شمارے اپنے مضامین کی ندرت، تحقیق و تفحص، علمی معیار، حوالہ جات و سندات، اردو ادب اور انتخاب و ترتیب دلچسپ اور ہر لحاظ سے نافع ہیں، مطبوعہ شماروں کے مضامین کی بہتری اور عمدگی، مدیر کے ذوق سلیم کی غماز ہے ۔ اس طرح سلسلہ علم و تحقیق میں مزید پیش رفت ہوتی رہی تو "ضیاء السنہ" جلد ایک بلند علمی مقام پائیگا

ادارہ الحق معاصر ضیاء السنہ کو خوش آمدید کہتا ہے اور قارئین سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اس پرچہ کو باقاعدہ جاری فرما کر بھرپور استفادہ کرتے رہیں ۔

علامہ سید تصدق بخاری

سر سید احمد خان محرف قرآن

حقائق

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ
كَحُبِّ اللّٰهِ ۗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا
اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ...... البقرہ ۱۶۵

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ
حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ
اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ
اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ
كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ
وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۭ
وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا
عَنْهُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ
اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

(المجادلۃ - ۲۲)

اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ اللہ کے علاوہ
دوسروں کو بھی شریک بنائے ہوئے ہیں۔
ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی اللہ
سے رکھنی چاہیئے۔ اور جو لوگ ایمان والے
ہیں وہ تو اللہ کی محبت سب سے قوی رکھتے
ہیں۔ جو لوگ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان
رکھتے ہیں، آپ انہیں نہ پائیں گے کہ وہ
ایسوں سے دوستی رکھیں جو اللہ اور
اس کے پیغمبر کے مخالف ہیں، خواہ وہ
لوگ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان
کے کنبے والے ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ وہ لوگ
ہیں کہ اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان
ثبت کر دیا ہے اور انہیں اپنے فیض سے
قوت دی ہے اور انہیں ایسے باغوں میں
جا داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری
ہوں گی ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ
ان سے خوش ہوں گے اور وہ اللہ سے،
یہ لوگ اللہ کی جماعت ہیں۔ خوب سن لو کہ
اللہ ہی کی جماعت والے فلاح پانے
والے ہیں۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات صاف کردی ہے کہ مومن کامل ومخلص کی ایک علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ دوست بھی اپنے محبوب حقیقی خالق ومالک کے دوستوں اور مخلصوں ہی کو رکھتا ہے اور اس کے باغیوں اور منکروں کو اپنا بھی دشمن سمجھتا ہے۔ بلفظ تصرف۔ علامہ دریابادی رحمہ اللہ۔

اس ارشاد نے یہ بات بھی صاف کردی ہے کہ جو صاحب ایمان ہے وہ خدا کے نافرمانوں کو کبھی بھی اپنا دوست نہیں بنائے گا۔ اس بات کو ہر وقت اپنے ذہن میں مستحضر رکھنے کے لیے ہر روز وتر کی نماز میں یہ پڑھتے رہنے کا حکم ہے۔ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ ط اور ہم اس سے الگ رہتے اور چھوڑتے ہیں۔ اس کو جو تیری نافرمانی کرے۔ یہ بات ذہن نشین کرتے چلیے کہ جو آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو یہ کہے کہ وہ سچے نبی ہیں۔ لیکن نبی علیہ السلام نے ۲۳ سالوں میں جو دعوتِ فکر اور تعلیم دی ہے اسے یہ کہہ کر یک سر بدل دے کہ یہ سرے سے ہی غلط ہے، وہ نافرمان نہیں تو اور کیا ہے؟ حضرت مولانا عبدالحق حقانی علیہ سحائب الرحمت والرضوان خامہ فرسا ہیں کہ سید صاحب قرآن کے معنی متعارف چھوڑ کر برخلاف سلف وخلف کے الگ راہ چلے ہیں اور دل کھول کر اپنے آزادانہ خیالات (کاسدہ) کو دخل دیا ہے مقدمہ تفسیر فتح المنان، المعروف بہ تفسیر حقانی ص ۲۳۔

راقم آثم عرض پرداز ہے کہ سرسید خان بہادر نے ملائکہ، جن، شیطان، جنت۔ دوزخ۔ خارق عادت معجزات کے معنی میں یہاں تک غلو اور تغیر وتبدل کیا ہے کہ سرے سے کلام الٰہی کو الٹ پلٹ کر مذہب اسلام کو معاذ اللہ پہیلیوں کا مجموعہ بنا کر رکھ دیا ہے۔

سرسید صاحب نے بھی خدا کے کلام قرآن حکیم کے ساتھ علامہ عبدالحقؒ کے ارشاد کے مطابق وہی سلوک کیا ہے جو ایک شاطر فقیر نے صفت ایمان کے کلمات کے ساتھ کیا تھا۔ علامہ موصوف ارقام فرماتے ہیں۔

ایک مداری فقیر نے میرے روبرو ایک روز۔ آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ کے یہ معنی کئے کہ بی بی آمنت کا ایک بلا تھا وہ اس کی ملائی کھا گیا، اس نے اس کو کتوں سے پھڑوا دیا اور رسیوں سے باندھ دیا۔ العیاذ باللہ۔ اسی طرح راقم احقر نے بچپنے میں اپنے ہم عمر ایک عزیز سے جو پڑھنے کا نام بھی نہ لیتے تھے، پوچھا کہ کُلَّمَا رُزِقُوْا کا معنی کیا ہے؟ انہوں نے فوراً کہا کہ یہ کون سی بڑی بات ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے سر پر کلّے رکھو اور روزے کھولو۔ اسی طرح میرے دادا مرحوم کے درس میں ایک غبی لڑکا تھا جو صرف ناظرہ قرآن پڑھتا تھا ایک دن راقم آثم نے صرف یہ دو جملے اسے بتائے کہ رَعْدٌ وَّ بَرْقٌ ط کو اچھی طرح یاد کرو، باربار بتانے کے باوجود وہ ان کا تلفظ تو یاد نہ کرسکا لیکن بڑے زور سے انہیں یوں پڑھتا رہا کہ۔ راہ دوھانڈا وکھو وکھ۔ راہ دوھانڈا وکھو وکھ۔ یعنی دونوں کی راہ الگ الگ ہے۔ پھر جب

اسے ڈانٹ کر کہا کہ یہ کیا پڑھتے ہو؟ آگے سے اس کا جواب یہ تھا کہ صاحب جی میں ابھی ان کے معنی یاد کر رہا ہوں۔ اسی طرح سر سید صاحب نے بھی اپنی تلفیقانہ[1] قاف[2] و دال کی بناء پر خدا کے کلام قرآن حمید کے کچھ ایسے ہی معنی کر کے پورے قرآن ہی کو بدل دیا ہے۔ سر سید صاحب کی تحریف القرآن المعروف بہ تفسیر القرآن اور کتابیں پڑھتے ہوئے یہ بات اصفیٰ و اجلیٰ و اسنیٰ ہوتی چلی جاتی ہے کہ سید صاحب کتاب و سنت کے کاسف[3] اور پاکیزہ دینِ اسلام کے کاشح[4] تھے۔ جو حضرات سر سید کو مصلح اور ان کے تخیلات فاسدہ اور تحریرات کاسدہ کے سیراب و حباب کو آبِ حیات کا سمندر سمجھ کر اس میں عقیدت و وابستگی کی کاغذی کشتیوں کی شناوری کرتے ہوئے تھکتے نہیں ان کو دعوتِ غور و فکر دی جاتی ہے کہ اب بھی سنبھل جائیں تو خداوند کریم غفور رحیم ہے۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضرت سید صاحب دینِ اسلام کے معتقد نہیں تھے۔ بلکہ ڈھنکے کی چوٹ منتقد تھے۔ سر سید صاحب کے معتقد پیر و کاروں کی خدمت میں مرافعہ گزار ہوں کہ اس ہیچ میرز کو سب و شتم کرنے سے پہلے ان کی تفسیر القرآن خلق الانسان۔ الجن والجان علیٰ فی القرآن۔ کا بغور و تعمق بنظرِ امعان مطالعہ کر کے قرآن و احادیث کی تصریحات سے خود تقابل کر لیں۔ سر سید صاحب دینِ اسلام کی بشری سے سینہ تان کر اس لیے اتر گئے ہیں کہ وہ مذہبی علوم کے کامل عالم نہ تھے دوسرا لغت عربی سے بالکل کورے تھے۔ تیسرا انہوں نے بغیر علم کے قرآن کی تفسیر لکھنا شروع کر دی ایک مفسر قرآن کو جن علوم کی مہارت کاملہ کی اشد ضرورت ہوتی ہے ان میں سے وہ کسی ایک کے بھی ماہر نہ تھے۔ آج کل کے پٹواری کے امتحان کی سطح کا اس وقت مختاری کا امتحان ہوتا تھا جسے وہ پاس کر کے مغلیہ دور میں جج بن گئے پھر انگریزوں کے آتے ہی وہ ان کی خوشنودی حاصل کرنے میں غرق ہو گئے عربی زبان اتنی وسیع و عمیق ہے کہ اس ایک ایک لفظ اپنے اندر معانی کا ایک سمندر سموئے ہوئے ہے مثلاً لفظ طیب کو ہی لے لیجیے اور دیکھئے کہ یہ کتنے معانی میں استعمال ہوتا ہے لسان العرب میں ۱/۲ ۵ صفحات اس کے معانی سے بھرے پڑے ہیں جن میں سے صرف چند بطور نمونہ کے بقرار زیر پیش خدمت ہیں۔

۱۔ ارضٌ طیبۃ للتی تصلح للنبات۔	زرخیز زمین کو طیبہ کہتے ہیں۔
۲۔ وریح طیبۃ اذا کانت لینۃ لیست بشدیدۃ۔	ہوائیں جب تندی کی شدت نہ ہو اور وہ خنک آمیز ہو کر نرمی سے چلے تو اسے ریح طیبہ کہتے ہیں۔

---

[1] جھوٹی باتوں کو آرائش دینا اور چمکانا [2] بیہودہ باتیں
[3] گہنانے والا۔ [4] جو کسی سے دل میں عداوت اور ظاہر میں دوستی رکھے۔

۳۔ طعمہ طیبہ اذا کانت حلالاً۔	کھانا جب حلال ہو تو اسے طعام طیب کہتے ہیں۔
۴۔ وامراۃ طیبہ اذا کانت حصانا عفیفہ۔	عورت جب محصنہ اور عفیفہ و پاکدامن ہو تو اسے امراۃ طیبہ کہتے ہیں۔

جیسا کہ قرآن میں ہے۔ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ۔ النور

۵۔ الکلم الطیب توحید اللہ۔ شہادان لا الہ اِلاَّ اللہ وَان مُحَمَّدًا رسول اللہ۔	اللہ کی توحید کا کلمہ طیب ہے یعنی یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اسی لیے پہلے کلمہ کو طیب کہتے ہیں۔
۶۔ وکلمۃ طیّبۃ اذا لَمْ یکن فیہ مکروہ۔	شستہ اور پاکیزہ کلام کو بھی کلمہ طیبہ کہتے ہیں۔
۷۔ وبلدۃ طیبۃ ای آمنۃ کثیر الخیر۔	جہاں ہر طرح کا امن اور نیکیاں کثرت سے ہوں اسے بلدہ طیبہ کہتے ہیں۔
۸۔ حنطۃ طیّبۃ۔	صاف ستھری موٹے دانے والی گیہوں کو طیّب کہتے ہیں۔
۹۔ تربۃ طیّبۃ ای طاہرۃ۔	پاک مٹی کو بھی طیب کہا جاتا ہے جیسا کہ تیمم کی آیت میں ہے فتیمَّمُوا صعیدًا طیبًا۔
۱۰۔ وزبون طیّبٌ اذا سہل مبایعتہ۔	دودھنے کے وقت بہت زانوں مارنے والی اونٹنی جب نرمی سے کھڑی ہو کر دودھ دے دے تو اسے زبون طیب کہتے ہیں اسی طرح لڑائی میں جب فتح ہو تو اسے حرب طیّب کہتے ہیں۔
۱۱۔ وسبیٌ طیبٌ اذا لَم یکن غدرا ولا نقض عہدٍ۔	قیدی جب نہ غدر کرے اور نہ عہد توڑے اور مطیع و منقاد ہو کر رہے تو اسے سبی طیب کہتے ہیں۔
۱۲۔ طعام طیب للذی یَسْتلِذُّ الآکل طعمہ	جس کھانے سے کھانے والے کو خوب لذت حاصل ہو وہ بھی طعام طیب ہے وہ بھی طعام

قولہ عزوجل ۔ طبتم فادخلوھا خالدین معناہ کنتم طیبین فی الدنیا فادخلوھا الخ	طیب ہے تم خوشی سے اس جنت میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ تم دنیا میں کفر و شرک اور تمرد و طغیان سے پاک رہے ہو، پاک لوگوں کی اسی جگہ میں داخل ہو جاؤ۔

(لسان العرب ص۵۶۲ ج ۱)

طیب خلاف ہے خبیث کے اور خبیث حرام سے کنایہ ہے[1]

سید صاحب جگہ جگہ لفظ فطرت اور نیچر کا استعمال کرتے ہیں اور اسی پر انہوں نے اپنے جدید متفرنج اسلام کی عمارت کی تعمیر شروع کر دی لیکن قلتِ علم کی وجہ سے وہ لفظ فطرت کے لغوی اور اصطلاحی معنی میں امتیاز نہ کر سکے۔ انگریزوں کی پشت پناہی سے علی گڑھ کالج تو قائم کر گئے لیکن اسلامی دنیا میں اپنے اسلامی تشخص کا اپنے ہی ہاتھوں جنازہ نکال کر چلے گئے۔ بقول شاعر ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے ہم

سرسید کا مبلغ علم

انگریزوں کا کاروارِ کارگزار ہونے کی وجہ سے متفرنج حضرات میں سرسید صاحب نے بڑی مقبولیت کا شرف حاصل کیا جن کی کورانہ عقیدت کے دبیز پردوں نے خان بہادر صاحب کے حیاد و الحاد اور دین اسلام سے انحراف کو اتنا مستور و مکتوم اور مکنون (پوشیدہ) کر دیا کہ سادہ لوح لوگ انہیں مصلح و محقق اور نجات دہندہ سمجھ بیٹھے جس کے نتیجہ میں کچھ لوگ ایمانیات کے فوائد و اثرات سے بیگانے ہوتے گئے اور تحقیق کے نام سے قرآن حکیم کو تختۂ مشق بنانے اور شرح قرآن احادیث نبوی کا انکار کرنا ہی اصل اسلام سمجھنے لگے، چنانچہ اسلم جیراج پوری اور غلام نبی المعروف عبداللہ چکڑالوی اور ان کے اعوان و انصار دین اسلام کو مکدر کرنے کے لیے محدثین کی جگہ مستحدثین بن کر منکر حدیث کہلوانے میں فخر کرنے لگے۔ اور امر واقع یہ ہے کہ احادیث نبوی قرآن کریم کی اصل شرح ہے حدیث کے بغیر قرآن فہمی کا دعویٰ کرنا ہی اعلانِ الحاد ہے۔ غور فرمایئے قرآن کریم نے وضوء، نماز، روزے کا حکم صرف دیا ہے۔ ان کو مکمل طریقے سے ادا کرنے کا طریقہ نہیں بتایا کیونکہ یہ فریضہ صاحب قرآن و شارح قرآن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تھا اور انہوں نے بالہام الٰہی اپنے قول و فعل کے ذریعے سے بتایا ہے جسے زبان

---

[1] آخر میں دیکھو استدراک۔

شرع میں احادیث کہتے ہیں۔ درحقیقت سرسیدصاحب نے عالم ذہول میں قرآن کریم کی صریح نصوصات کی تحریفات کا جو بیڑا اٹھایا اسس کی چار بڑی وجوہات تھیں ایک تو صاحب موصوف قرآن حکیم کے علوم سے کورے تھے۔ دوسرا وہ احادیث کے منکر تھے۔ تیسرا وہ عربی لغت میں معمولی شُدبُد رکھتے تھے اس کے قطعی طور پر ماہر نہ تھے۔ چوتھا وہ جاہ وجلال اور انگریزوں کی خوشنودی کی کارگزاری کے صحرا میں سرگرداں تھے جاہ وجلال کی حرص و آز کے لیے یہ ثبوت کافی ہے کہ انگریزوں کی انہوں نے ہرطرح سے مدد کی اور دہلی سے بھاگ کر لندن میں ملکہ وکٹوریہ کے سامنے سرنگوں ہوکر اسے سلام کیا اور اس کے قدموں میں گھٹنے کے بل جھک کر اس کے ہاتھ پر بوسہ دیا۔

ساری امتِ اجابت کی مخدرات و مستورات پیغمبر خدا کی روحانی بیٹیاں ہیں لیکن امت کو تعلیم دینے کی خاطر خواجہ کیہاں نے بیعت لینے وقت بھی کسی عورت کے ہاتھ کو چھوا تک نہیں پانی کے برتن میں اپنا دست مبارک ڈال کر نکال لیتے پھر صحابیات اس میں اپنے اپنے ہاتھ ڈال کر مطیع ومنقاد ہونے کا اقرار کرتی تھیں۔[1] یا پھر چادر مبارک کا ایک سرا دست رسالت میں رکھتے اور دوسرا سرا بیعت کرنے والیوں کو پکڑا کر توحید و سنّت کی اتباع کا اقرار کراتے۔

پیغمبر خدا کی مخالفت بھی کرنا اور اپنے آپ کو مسلمان بھی کہلانا دونوں متضاد چیزیں ہیں کسی نے کہا ہے کہ ؎

لے جائے گا وہ راہ رو کو جادۂ منزل سے دور
جو جادہ سفر کا تیرے جادہ کے سوا ہے

سرسید خان بہادر صاحب کے قلب سقیم و فہم سقیم اور کلام سقیم نے دین اسلام میں جو جو تحریفات مکیدہ کی ہیں اور امت مسلمہ کے تمام علماء کرام جن میں محدثین و مفسرین مع آئمہ اربعہ اور امام بخاری جیسے اکابرین خدا کے مقرب ترین بندے بھی شامل ہیں۔ ان کی جو ہتک کیدہ کی ہے اسے پڑھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اب ان کو ثلج صدر کے ساتھ ملاحظہ فرماتے چلیے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ الخ (البقرہ۔ ۶۳)

اور جب وعدہ لیا ہم نے تم سے اور بلند کیا ہم نے تم پر طور پہاڑ کو۔

اس کے تحت سرسید اپنے ہتاک قلم سے تحریف مکیدہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

پہاڑ کو اٹھا کر بنی اسرائیل کے سروں پر نہیں رکھا تھا بلکہ آتش فشانی سے پہاڑ ہل رہا تھا اور وہ اس کے نیچے کھڑے یہ سمجھ رہے تھے کہ ان کے سروں پر گر پڑے گا۔

---

[1] نصر المنتحنہ ۱۲۷۔ ما مست النبی یدہ امرأۃ قط عن عائشۃ۔

دوسری جگہ یہ قصہ سورۂ اعراف میں آیا ہے ۔ دونوں مقاموں میں چار لفظ ہیں جن کے معنی حل ہونے سے مطلب سمجھ میں آوے گا۔ رفع ۔ فوق ۔ نتق ۔ ظلّہ ۔ رفع کے معنی اونچا کرنے کے ہیں مگر اس لفظ سے یہ بات کہ کر جو چیز اونچی کی گئی ہے وہ زمین سے بھی معلق ہو گئی ہو لازم نہیں آتی ، دیوار اونچا کرنے کو بھی رفعتا کہہ سکتے ہیں حالانکہ وہ زمین سے معلق نہیں ہوتی ۔ فوق کے لفظ کو بھی اس شئے کا زمین سے معلق ہونا لازم نہیں ہے ۔ نتق ۔ کا لفظ البتہ بحث طلب ہے جس کے معنی علماء نے بھی مذہبی عجائبات بناتے ہو قلع کے بھی لئے ہیں ۔ جس کو زمین سے یا جگہ سے علیحدہ کرنا لازم ہے اور رفع کے بھی لئے ہیں جس کو علیحدہ کرنا لازم نہیں ہے ۔ بیضاوی نے لکھا ہے واذ نتقنا الجبل فوقھم ای رفعناہ وقلعناہ مگر قاموس میں اس کے معنی ہلا دینے کے لکھے ہیں ۔ نتقہ ۔ زعزعہ اور زعزع کے معنی ہلا دینے کے ہیں یعنی ہم نے پہاڑ کو ہلا دیا ۔ اور الفاظ وظنوا انہ واقع بھم زیادہ تر پہاڑ کے ہلا دینے کے ہیں جس سے انکو اسکے گرنے کا گمان ہونا سبع ۔

ظلّہ کے معنی سائبان کے بھی ہو سکتے ہیں ۔ چھتری کے بھی ہو سکتے ہیں اور جو چیز ہم پر سایہ ڈالے ۔ اس کے بھی ہو سکتے ہیں ۔ اور اس چیز کا زمین سے معلق ہونا ضروری نہیں .... اب غور کرنا چاہیئے کہ واقعہ کیا تھا ۔ بنی اسرائیل جو خدا کو دیکھنے کو گئے تھے طور یا طور سینین کے نیچے کھڑے ہوئے تھے پہاڑ ان کے سر پر نہایت اونچا اٹھا ہوا تھا وہ اس کے سایہ تلے تھے ۔ اور طور بسبب آتش فشانی کے شدید حرکت اور زلزلہ میں تھا ۔ جس کے سبب وہ گمان کرتے تھے کہ ان پر گر پڑے گا ۔ پس اس حالت کو خدا تعالیٰ نے ان لفظوں میں یاد دلایا ہے کہ ۔ ورفعنا فوقکم الطور ۔ نتقنا الجبل فوقھم کانہ ظلۃ وظنوا انہ واقع بھم ۔ پس ان الفاظ میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جو عجیب ہو یا مطابق واقع اور موافق قانون قدرت نہ ہو ۔ ہاں مفسرین نے اپنی تفسیروں میں اس واقعہ کو عجیب وغریب واقعہ بنا دیا ہے اور ہمارے مسلمان مفسر (خدا ان پر رحمت کرے) عجائبات و دوراز کار کا ہونا مذہب کا فخر اور اس کی عمدگی سمجھتے تھے اس لیے انہوں نے تفسیروں میں لغو اور بیہودہ عجائبات یعنی (معجزات) بھر دی ہیں ۔ بعضوں نے لکھا ہے کہ کوہ سینا کو خدا ان کے سر پر اٹھا لایا تھا کہ مجھ سے اقرار کرو نہیں تو اسی پہاڑ کے تلے کچل دیتا ہوں ۔ اور بعضوں نے الخ .... یہ تمام خرافات لغو و بیہودہ ہیں الخ (انظر تفسیر القرآن ص۹۷ ج ۱ تا ص۹۹ ج ۱)

حضرات قارئین کرام و خوانندگان عظام یہ ہیں سر سید صاحب کے عقائد و نظریات کشیدہ اور خیالات و تحریفات مکیدہ اب قرآن و حدیث اور لغت عربی ہی کی ضوء میں سر سید کے دین اسلام سے مکانہٗ انحراف و انحطاط پر تتفریح و تستغربین کی عقیدت کا بڑا ہوا دبیز پردہ اٹھا کر ان کی اصل شخصیت کو دیکھئے کہ انہوں نے علمی فلسفہ اور انکار حدیث کی وجہ سے خدا کے پاک کلام میں کیا کیا تحریفات اور تغیر و تبدل کیا ہے

جوں جوں آپ ان حقائق کو آگے پڑھتے جائیں گے نئے نئے انکشافات آپ کے سامنے آتے جائیں گے۔
سرسید صاحب نے علامہ قاضی ناصر الدین عبد اللہ بن عمر البیضاوی الشافعیؒ ولادت ۵۹۰ھ توفی ۶۸۵ھ کی تردید میں لکھا ہے کہ انہوں نے نتقنا الجبل کا معنی ۔

ای رفعناہ وقلعناہ ۔ یعنی ہم نے پہاڑ کو اکھاڑ کر ان کے سروں پر بلند کیا مگر قاموس میں اس کے معنی ہلا دینے کے لکھے ہیں ۔ کما مر

درحقیقت سید صاحب کی اس لحن قرانی سے یہ بات خود بخود اجلی واضح ہو جاتی ہے کہ وہ مذہبی علوم اور عربی لغت کے بالکل کورے تھے اگر انہوں نے تفسیر بیضاوی پڑھی ہوتی اور حدیث کا انکار نہ کیا ہوتا تو وہ اس لغوی ذھول کا ارتکاب نہ کرتے ۔ تمام عالم اسلام کے علماء علامہ بیضاوی کو محقق عالم اور عربیت کا ماہر تسلیم کرتے ہیں ۔ پھر اگر قاموس ہی میں نتق کے باقی معانی دیکھ لیتے تو بھی اس ذھول وزلت سے بچ جاتے یا پھر لغت عربی کے امام ابن منظور افریقی روح اللہ روحہ کی لسان العرب جو ان کے پاس موجود تھی اسے ہی دیکھ لیتے اور المحکم بھی ان کو مل سکتی تھی کیوں کہ کتب خانوں کی اہم کتب انگریزوں نے غصب کر لی تھیں ۔ وہ انگریز کے ہی آدمی تھے اب نتق کے معانی بنظر عمیق و امعان ملاحظہ فرمائیے ۔

نتق ۔ پھاڑنا ۔ بلند کرنا ۔ پھیلانا (ملاحظہ ہو مصباح اللغات)

نتق ۔ اٹھانا ۔ اکھاڑنا ۔ ملاحظہ ہو لغات سعیدی ۔

نتق ۔ الزعزعہ ۔ سخت حرکت دینا ۔ ستاروں کا ٹوٹنا کھینچنا ۔

وجاء فی الخبر انہ اقتلع من مکانہ ۔	حدیث میں آیا ہے کہ وہ پہاڑ اپنی جگہ سے (تھوڑی دیر کے لیے) اکھاڑ دیا تھا ۔

حدیث میں قلع کا لفظ استعمال ہوا ہے اور قلع اس چٹان کو کہتے ہیں جو پہاڑ سے جدا ہو گئی ہو ۔

المنتق ۔ وھو ان یقلع الشئ فیرفعہ من مکانہ لیرمی بہ ۔ والناتق الفاتق ۔	نتق کے معنی ہیں ۔ کسی چیز کو اس کی جگہ سے اکھاڑ کر پھر اس کو اوپر اٹھا کر اس سے کسی کو مارنا ۔ جدا کرنا ۔
حدیث علی رضوان اللہ علیہ البیت المعمور نتاق الکعبۃ من فوقھا ای ھو مظل علیھا فی السماء	سیدنا حضرت علیؓ کی حدیث ہے کہ بیت المعمور کعبہ شریف کی سمت الراس میں بالکل اس کے اوپر ہے ۔ یعنی آسمان میں کعبہ شریف پر وہ سایہ کئے ہوئے ہے غور فرمائیے یہاں نتق کے معنی سمت الراس کے ہیں ۔
(لسان العرب ص ۳۵۱ ۔ ۳۵۲ جلد ۱۰)	

(جاری)

جناب اسرار عالم صاحب

جاہلی نظام کا افساد و مہلکات (۲)

تہذیبی، ثقافتی اور اخلاقی اعتبار سے صورتحال انتہائی تشویشناک ہے ۔ بعض اوقات موجودہ صورتحال کے سلسلے میں یہ کہا جاتا ہے کہ مغربی دنیا ۔ نسبتاً زیادہ ۔۔ انارکی کا شکار ہے ۔ بعض اوقات دو قدم آگے بڑھ کر ایک اصولی بات کہی جاتی ہے کہ یہ انارکی لازمی نتیجہ ہے خدا بیزاری کا ۔ اور یہ کہ اب مغربی انسان بھی اس صورتحال سے متوحش ہے ۔ یہ بات صحیح ہوتے ہوئے بھی مکمل نہیں ہے ۔

دنیا تہذیبی، ثقافتی اور اخلاقی طور پر آج زیادہ غلام ہو گئی ہے ۔ انارکی پیدا ہوئی نہیں ہے بلکہ پیدا کی گئی ہے ۔ جس طرح دنیا کے سیاسی اور معاشی نظام کو براہ راست اور بالواسطہ مخصوص سمت میں چلایا جا رہا ہے اور دنیا میں سیاسی اور معاشی اقتدار کی کلیت قائم کی جا رہی ہے ۔ اسے ایک قسم کی میکانکی تضامن (Mechanical Solidarity) کا نام دیا جاتا ہے ۔

اس کلیت کے قیام میں عصر حاضر میں سب سے متحرک عنصر در ذرائع ابلاغ عامہ" 'Mass Media ہیں ۔ عجیب و غریب بات یہ ہے کہ لغت نے اس کے جو معانی متعین کیے ہیں وہ محض اس کی میکانکیت ہی کا احاطہ نہیں کرتے بلکہ اس کے پیچھے کام کرنے والے ارادے کو بھی ظاہر کرتے ہیں ۔ کہا جاتا ہے ۔

> "Mass medium is a medium of communication that is designed to reach the mass of the people and tends to set the standards, ideals and aims of the masses."

ترجمہ : ذریعہ عامہ ابلاغ کا ایک ایسا ذریعہ ہے جسے اس طرح وضع کیا گیا کہ وہ عامۃ الناس تک رسائی حاصل کرے اور عوام کے معیار، خیالات ورجحانات اور ان کے نصب العین کو متعین کرے ۔

تہذیبی، ثقافتی اور اخلاقی اقتدار کی کلیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس وقت دنیا میں انسانوں کا شاید ہی کوئی گھر ایسا ہو جو ذرائع ابلاغ عامہ کے مشہور و معروف آٹھ اعضاء یعنی (۱) ریڈیو (۲) ٹیلی ویژن (۳) اشتہار (۴) ڈرامہ اور تھیٹر (۵) فلم اور سینما (۶) اخبار اور رسائل (۷) کتابیں اور پمفلٹس اور (۸) نغمہ اور موسیقی میں کسی نہ کسی سے اور کسی نہ کسی درجے میں متاثر نہ ہو اور یہ چیزیں اس کی زندگی کا معمول نہ بن گئی ہوں اور وہ کسی نہ کسی درجے میں ان سے اپنی زندگی کے فیصلوں میں مدد نہ لیتا ہو ۔

ان ذرائع ابلاغ عامہ کے تمام اعضاء میں جو (MECHANICAL SOLIDARITY) قائم کی جا رہی ہے اس کا احاطہ کرنا شاید یہاں ممکن نہ ہو ۔ ان میں سے صرف ایک یعنی ٹیلی ویژن کی میکانیکل

سائیڈ بریٹی کے صرف ایک پہلو کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔
دنیا میں اس نظام کو چلانے والا سب سے بڑا ادارہ انٹرنیشنل ٹیلی کیمونیکیشن سٹیلائٹ آرگنائزیشن

(INTERNATIONAL TELECOMMUNICATION SATELLITF ORGANISATION)
یعنی ان ٹیل سیٹ (INTELSAT) ہے۔ اسے ۱۹۶۴ء میں پوری دنیا کے ابلاغ عامہ کے نظام کے لیے قائم کیا گیا تھا۔ دنیا کے تقریباً ۱۲۰ ممالک بشمول امریکہ اور برطانیہ اس سے استفادہ حاصل کرتے ہیں۔ روس اور کناڈا کو چھوڑ کر بقیہ ممالک وہ ہیں جو عنقریب اس میں شامل ہونے والے ہیں۔ ان مصنوعی سیارچوں نے زمین کو چاروں طرف سے الیکٹرونک کمبل اڑھا رکھا ہے۔
یہ تمام امور وہ ہیں جن کا کسی نہ کسی حد تک انسانی زندگی کی مادی فلاح سے تعلق ہے۔ لیکن جہاں تک اس روئے زمین پر انسانی بقا کا تعلق ہے تو صورتحال وہاں اور بھی تشویشناک ہے۔
خدا آشنا اور خدا ترس نظاموں نے قدرت کی نعمتوں کے ساتھ کبھی وہ سلوک نہیں کیا جو نشاۃ الثانیہ کے بعد اس جاہلی نظام نے کرنا روا کر دیا۔ للذا رفتہ رفتہ اس فساد انگیزی اور بے محابہ بد سلوکی کے نتیجے میں کرۂ ارض کا توازن بالآخر بگڑ گیا ہے۔ جیسا کہ عرض کیا گیا کہ اگر یہی روش برقرار رہی تو آئندہ صدی میں روئے زمین انسانی آبادی کی متحمل نہیں رہ جائے گی۔ انسانی آبادی کو ہلاکتوں کا سامنا ہوگا اور وہ تمام لوگ جو اس نظام کے آلہ کار ہیں یقیناً ہلاک ہو جائیں گے۔ یہی سنّت اللہ ہے۔
لیذ یقھم بعض الذی عملوا (الروم ۴۱) ترجمہ: تاکہ اللہ تعالیٰ انکے بعض اعمال کا مزہ ان کو چکھا دے۔
زمین اور اس کے ارد گرد کی فضا میں زبردست عدم توازن اور فساد واقع ہو گیا ہے۔ لیکن قبل اس کے کہ اس عنوان کے ذیل میں کچھ عرض کیا جائے ایک بات کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ بات یہ ہے کہ علم و خبر کے حصول، تحفظ اور انتشار کے مغربی نظام کے تحت ــــ مثلاً کسی بڑے خطرے کا اظہار ہو رہا ہو تو اس کی حقیقت یہ ہو سکتی ہے کہ فی الواقع وہ خطرہ اتنا ہی بڑا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ خطرہ ہے ہی نہیں۔ اسی طرح اگر کسی خطرے کا اظہار نہیں کیا جا رہا ہے اور علم و خبر کے کسی ذریعہ میں اس کا ذکر تک نہ آئے تو اس کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ فی الواقع وہ کوئی خطرہ نہیں بلکہ بہت ممکن ہے کہ وہ سب سے بڑا خطرہ ہو۔ یہی بات ہر خبر ہر واقعہ اور ہر حقیقت سے متعلق کہی جا سکتی ہے۔
لاحیوی عوامل (ABIOTIC FACTORS) اور اس کے تحت آنے والے دونوں شعبوں یعنی ارضی ماحول (THE TERRESTRIAL ENVIRONMENT) اور مائی ماحول (AQUATIC ENVIRONMENT) میں زبردست خرابی اور فساد واقع ہو گیا ہے۔

ٹھیک اسی طرح حیوی عوامل (BIOTIC FACTORS) اور اس کے تحت ارتباط بین متعضیات (ASSOCIATION BETWEEN ORGANISMS) اور غذائی عامل میں بھی زبردست خرابی اور فساد واقع ہوگیا ہے۔ ساری دنیا میں اور بالخصوص جہاں بے تحاشہ صنعت کاری ہو چکی ہے یا ہو رہی ہے (اور اس وقت ساری دنیا اس جنون میں مبتلا ہے) تیزابی بارش (ACID RAIN) کا خطرہ بڑھ گیا ہے اور بعض علاقوں میں فی الواقع بارش ہونا شروع ہو چکی ہے۔ ۱۹۴۰ء کے دوران صرف یوروپ میں سلفر ڈائی آکسائڈ کا اخراج دوگنا ہوگیا ہے۔ جس سے شمالی امریکہ اور یورپ میں اس سے پیدا ہونے والی آلودگی کے نتیجے میں 3 PH کی حد تک بارش ہو سکتی ہے (بلکہ ہو رہی ہے) جس میں PH5 کے مقابلے میں ۱۰۰ گنی زیادہ تیزاب ہے۔ اسکینڈینویہ کے ممالک میں مچھلیاں فنا ہوگئی ہیں جو دراصل اس بارش کا نتیجہ ہے۔

ہر طرح کی آلودگی میں اضافہ ہوگیا ہے۔ دھواں کی آلودگی کے علاوہ مخصوص طور پر خطرناک آلودگیاں مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ جوہری فاضل مادہ کی ذخیرہ اندوزی سے پیدا ہونے والی آلودگیاں۔

۲۔ تیل کے اخراج (SLICK) سے ساحلوں اور آبی حصوں میں پیدا ہونے والی آلودگیاں۔

۳۔ OZONE کی تہہ کا کم ہو جانا جو روئے زمین پر ذی روح کو فوق البنفسجی شعاعوں سے بچاتی ہے

۴۔ روئے زمین پر اور اس کی فضا میں بے حد وحساب حفری ایندھن (FOSSIL FUEL) کے جلنے سے فضا اور زمین میں کاربن ڈائی آکسائڈ کا توازن بگڑ گیا ہے۔ اس بات کا شدید خطرہ ہے کہ کچھ دنوں قبل تک فضا اور ماحول میں جس قدر کاربن ڈائی آکسائڈ تھا اگر اس کی مقدار بڑھ کر صرف دوگنی ہو جائے (جو اس روش کے برقرار رہنے کی صورت میں عنقریب ہو سکتی ہے) تو زمین کی سطح کا درجہ حرارت ۲ سے ۳ سینٹی گریڈ بڑھ جائے گا۔

علم وخبر کے حصول، تحفیظ اور انتشار کی مغربی ساحری کے باوجود اہل علم بخوبی واقف ہیں کہ مندرجہ ذیل چیزوں، کاموں، طریقوں اور ترجیحات کے سبب روئے زمین پر سطح ارضی (TERRESTRIAL) طبقات ارضی (GEOLOGICAL) فضائی (ATMOSPHERIC) مائی (AQUATIC) غذائی (FOOD) نباتاتی (BOTANICAL) حیوانی (ZOOLOGICAL) بشری (HUMAN) اور نفسیاتی (PSYCHOLOGICAL) زندگی میں کیسا فساد برپا ہوگیا ہے کہ ان میں سے ہر ایک انسانی حیات کو ناممکن بنا دینے کے لیے کافی ہے۔

۱۔ بڑی صنعتیں، فلک بوس عمارتیں اور شہر، بڑے ڈیم۔
۲۔ زیر زمین، بر زمین، زیر آب اور فضائی انفجارات (EXPLOSIONS)
۳۔ مصنوعی کاشتکاری، غیر فطری شجرکاری، جراثیم کش کیمیاجات، کیمیائی کھاد اور کیڑے مار کیمیاجات
۴۔ مصنوعی غذائیں، غیر فطری تغذیہ، کیمیائی تحفظ اور ڈبہ بندی، کیمیائی انداز غیر فطری ردو قبول
۵۔ مضاد جراثیم (ANTIBIOTIC) دوائیں بے تحاشہ جراحی، غیر فطری جراحی۔
۶۔ کاموں کی غیر فطری تقسیم، غیر فطری معاشرتیت (UNNATURAL SOCIALISATION)
اور غیر فطری معاشریت (UNNATURAL SOCIETALISATION)
مذکورہ بڑے بڑے خطرات اور مہلکات سے قطع نظر ان میں سے صرف ایک خطرہ کس قدر مہلک
وسیع الدائرہ اور متاثر کن ہے اس کا اندازہ ذیل میں دیئے گئے مختصر بیان سے ہو جائے گا۔
ذیل کا بیان صرف اس آلودگی سے متعلق ہے جو بے تحاشہ صنعت کاری اور صنعتی انقلاب کا نتیجہ
ہوتی ہے اور سوء اتفاق اس وقت ساری دنیا اسی کے جنون میں یا تو مبتلا ہے یا اسے مبتلا کرنے پر
مجبور کیا جا رہا ہے۔ صنعتوں، مشینوں اور اسی سے متعلق چیزوں کے اخراج اور ان سے پیدا ہونے والی
آلودگی اور ان کے مہلکات مندرجہ ذیل ہیں۔
۱۔ آرسینک (ARSENIC) کوئلہ اور تیل کی بھٹیوں سے اور شیشہ بنانے کے بڑے کارخانوں
سے۔ طویل عرصے تک تعرض (EXPOSURE) پھیپھڑوں اور جلد میں کینسر پیدا کرتا ہے۔
۲۔ بینزین (BENZENE) C6H6 ریفائنریوں، موٹر گاڑیوں سے۔ طویل عرصے تک تعرض خون کیمیا
یعنی ابیضاض الدم (LEUKEMIA) کا سبب ہوتا ہے۔
۳۔ کیڈمیم Cd (CADMIUM)۔ (SMELTER) یعنی مصاہر، فاضل اشیاء کے جلنے،
کوئلہ اور تیل کی ریفائنریوں سے۔ طویل عرصے تک تعرض گردے اور پھیپھڑے کو برباد کر دیتا ہے۔ ہڈیوں
کو کمزور کر دیتا ہے۔
۴۔ کلورین Cl2 (CHLORINE) کیمیائی صنعتوں سے۔ HCL پیدا کرتا ہے۔ غشاء المخاطی
(MUCOUS MEMBRANE) میں تہیج (IRRITATION) پیدا کرتا ہے۔
۵۔ کاربن مونو آکسائیڈ CO (CARBON MONOXIDE) موٹر گاڑیوں، کوئلہ اور تیل کی
بھٹیوں مصاہر، اسٹیل پلانٹوں سے۔ بدن میں آکسیجن کی کمی کر دیتا ہے۔ دل کو برباد کر دیتا ہے۔

مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی

مظلوم مسلمان اور اقوامِ متحدہ کا مذموم کردار

دوسری جنگِ عظیم کے بعد ۱۹۴۵ء میں جب اقوام متحدہ کے ادارے کی بنیاد رکھی گئی تھی تو اس کی تشکیل کے ساتھ ہی اسے پانچ بڑی طاقتوں کا دست نگر بنایا گیا۔ اور ان کو ویٹو کے ایک جمہوریت کش حق سے نوازا گیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کا منفی کردار خصوصاً مسلمانوں کے ساتھ آشکارا ہوتا گیا۔ تاآنکہ اب یہ ادارہ صرف اور صرف امریکہ اور مغربی طاقتوں کے مفادات کا محافظ ہے۔ اس کی تازہ ترین مثال بوسنیا میں اس کی مکمل ناکامی ہے۔ جب کہ عراق کے خلاف اس کی تگ و تاز اور پھر لیبیا کے خلاف پابندیاں کس بات کی غمازی کرتی ہیں۔

زیرِ نظر نظم میں اقوام متحدہ کے اس منافقانہ کردار بوسنیا میں سرب جارحیت چیچنیا میں روسی بربریت اور مغربی ملکوں کی مسلسل چشم پوشی بھارت میں کشمیریوں کا قتل عام مساجد اور درگاہوں کی شہادت پر خون کا رونا رویا گیا ہے۔ اور ساتھ ساتھ اپنے دل کی کیفیت کی ترجمانی کے لیے حکیم الامت علامہ اقبال رح کے شعر کا سہارا لیا ہے۔ بہر حال یہ ایک نوحہ ہے ایک فریاد ہے نالہ ہے جس میں دل کی قاشیں اور خونِ جگر شامل ہے۔

فانی

کیا بلا ہے یہ وجود اس مجلسِ اقوام کا
یہ ہے اک دشمن ادارہ ملتِ اسلام کا

یہ ادارہ غیر مسلم کے تحفظ کا امیں
اس کی نظروں میں مسلماں کی کوئی وقعت نہیں

پردۂ تہذیب میں مخفی ہے مغرب کا نفاق
اس ادارہ پر ہے قابض ان درندوں کا وفاق

اس کی ساری کارروائی ہے مسلماں کے خلاف
منصفی کا اپنے اوپر یوں چڑھایا ہے غلاف

اس کا بس اک کارنامہ ہے بزنگِ طمطراق
جس کی زد میں آگیا تھا ایک صدام و عراق

برضد صدام واں پر کاروائی کی سے گئی — یک بیک بغداد پر فوجی چڑھائی کی گئی
ساری دنیا پر عیاں ہے بسنیا کا حالِ زار — دامنِ انسانیت کشمیر میں ہے تار تار
ان کو ہر آزار و ہر تکلیف پہنچائی گئی — فتنۂ تاتار کی تاریخ دہرائی گئی
کچھ نہیں کرتا بھی ان جارحین سربوں کی ضد — اور نا کشمیر میں ہندو کے ان حربوں کی ضد
قبلۂ اوّل میں ہو یا ہو فلسطین کی زمیں — کون اسرائیل کے کرتوت سے واقف نہیں
بیتِ مقدس میں یہودی ظلم پر خاموش ہے — اس ستم میں بلکہ ان کے ساتھ یہ ہمدوش ہے
چیچنیا میں ظلم کا کوہ ہمالہ ہے گواہ — کس طرح کرتی ہے روسی نازیت ان کو تباہ
ان غریبوں پر مسلط یا خدا عفریتِ روس — کون کردے ان ضعیفوں سے جُدا عفریتِ روس
بسنیا میں ہو رہا ہے خونِ مسلم بے دریغ — اور بھارت میں مسلماں ظلم کے ہیں زیرِ تیغ
انڈیا میں ہو گئی یوں بابری مسجد شہید — ساتھ لائی یہ شہادت کشت و خوں کی اک نوید
قتل کتنے ہو گئے کتنوں کی عصمت لٹ گئی — بے سر و ساماں ہوئے اور ان کی دولت لٹ گئی
کون آیا یا خدا ان کی تسلّی کے لیے — کیا کیا اس انجمن نے اشک شوئی کے لیے
چاہیئے ظالم پہ آئے آسمانی اک عذاب — تاکہ دنیا میں بپا ہو یہ قرآنی انقلاب
اور پھر ہو مؤمنو یہ لعنتِ پروردگار — عالمِ اسلام کی مردہ قیادت پر ہزار
جو کہ عاری غیرتِ اسلام و نام و ننگ سے ہے — کس قدر خائف یہ راہِ حق میں قتل و جنگ سے ہے
یا خدا دندا ہمیں وہ قوت بازو سے ملے — جس سے فانی ظلم کے کوہِ گراں کا دل ہلے
مسلم خوابیدہ اٹھ برپا تو کر اک انقلاب — تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب

یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

قارئین سے گذارش

خط و کتابت کے وقت اپنا خریداری/اعزازی تبادلہ نمبر ضرور لکھیں۔ ورنہ ادارہ جواب دینے سے معذور ہوگا۔

مولانا عبدالقیوم حقانی

تعارف و تبصرۂ کتب

ماہنامہ "تسخیر" لاہور

مدیر جناب خورشید احمد گیلانی، صفحات : ۵۶ ۔ سالانہ چندہ : ۱۰۰ روپے

ملنے کا پتہ : ۹۴ ۔ کریم بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن لاہور ماہنامہ الحق "تسخیر" کے اسلامی صحافت میں در و دمسعود کو خوش آمدید کہتا ہے تسخیر کے دو پرچے آچکے ہیں ہر دو کے مضامین خوب سے خوب تر، تسخیر کے مدیر، تسخیر کا تعارف یوں کراتے ہیں ۔

"تسخیر نظریاتی صحافت کا علمبردار ہے جو اس وقت عالم اسلام کی ضرورتوں اور نئے دور کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے منصہ شہود پر لایا گیا ہے اتحاد، اجتہاد اور انقلاب اس کا " ماٹو" ہے ۔

کسی ہوش مند اور زیرک مسلمان کی نظر سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ دنیا بھر کے مسلمان مذہبی اور سیاسی طور پر بکھرے ہوئے ہیں، فقہی اختلافات کو اگر علمی دائرے تک محدود رکھا جاتا اور دلائل و براہین کے زور سے علماء کی سطح پر ان کے بارے میں تبادلہ خیال اور فکری جولانیوں کے اظہار تک معاملہ رکھا جاتا تو ایک صحتمند علمی فضا پیدا ہوتی اور مسلمان رحماء بینہم کی سچی تصویر بن جاتے، لیکن ایک عرصہ سے جو کچھ ہوتا آیا ہے اور اب بھی ہو رہا ہے، اس سے فساد امت کی ایک نئی شکل نمودار ہو رہی ہے ۔

دوسری جانب سیاست میں بھی تنگ نظری عدم رواداری اور حقائق سے دوری کے رجحانات فروغ پا رہے ہیں، دنیا بھر کی مسلمان حکومتوں اور انکے رعایا کے مابین ذہنی بعد بڑھ رہا ہے حکمران جو کبھی جمہوری قبا پہنے ہوئے ہوتے ہیں کبھی سر پر آمریت کا "خود" (ہیلمٹ) سجائے ہوتے ہیں تعداد میں قلیل ترین ہونے کے باوجود اکثریتی آبادی کے جذبات اور امنگوں سے بیزار و بیگانہ بنے ہوئے ہیں ۔ بیشتر مسلم ممالک کی حکومتوں کی باگ ڈور بیرونی قوتوں کے ہاتھ میں ہے اور حکمران ان دشمن قوتوں کے آلہ کار بن کر اپنی حکمرانی کے "حق" کو محفوظ تر بنانے کیلئے کوشاں رہتے ہیں ۔ یہیں سے ایک انقلاب کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، مسلمانوں کو باہمی تفرقہ پردازی کے نتائج سے متنبہ کر کے اتحاد امت کی طرف دعوت دینا اور عالمگیر سیاسی انقلاب کی ضرورت محسوس کرانا "تسخیر" کا اولین اور آخری نصب العین ہے تاکہ مسلمانوں کے اجتماعی مسائل اتحاد امت کے حوالہ سے حل ہوں ۔

"تسخیر" کی اولین ترجیح تصور امت کا احیاء اور استحکام ہے، کیونکہ امت مذہبی اور سیاسی گروہوں میں مستقل طور پر منقسم ہو کر وہ عالمی کردار ادا نہیں کر پا رہی جو کردار اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے " امتہ وسطیٰ" بنا کر سونپا تھا ۔

ماہنامہ ضیاء السنہ

مدیر : مولانا سید تصدق بخاری صفحات : ۶۴ ۔

سالانہ چندہ : ۱۰۰

رابطہ : ۲۳ ۔ سی ۔ وائی پیپلز کالونی ۔ گوجرانوالہ ۔ ۵۲۲۶۰ ۔

(بقیہ پیچھے صے ۶۴ پر)

مچھروں سے مکمل نجات حاصل کیجئے
ویپ
ماسکیٹو میٹ

Vape mat
FUMAKILLA
FUMAKILLA
Vape mat.f
ELECTRONIC
MOSQUITO
DESTROYER

REGD. NO. P-90

فرمانِ رسول ﷺ

حضرت علی ابن ابی طالب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
"جب میری اُمت میں چودہ خصلتیں پیدا ہوں تو اس پر مصیبتیں نازل ہونا شروع ہو جائیں گی"
"دریافت کیا گیا یا رسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ فرمایا:

- جب سرکاری مال ذاتی ملکیت بنا لیا جائے۔
- امانت کو مال غنیمت سمجھا جائے۔
- زکوٰۃ جرمانہ محسوس ہونے لگے۔
- شوہر بیوی کا مُطیع ہو جائے۔
- بیٹا ماں کا نافرمان بن جائے۔
- آدمی دوستوں سے بھلائی کرے اور باپ پر ظُلم ڈھائے۔
- مساجد میں شور مچایا جائے۔
- قوم کا رذیل ترین آدمی اس کا لیڈر ہو۔
- آدمی کی عزت اس کی بُرائی کے ڈر سے ہونے لگے۔
- نشہ آور اشیاء کھُلم کھُلا استعمال کی جائیں۔
- مرد ابریشم پہنیں۔
- آلاتِ موسیقی کو اختیار کیا جائے
- رقص و سرود کی محفلیں سجائی جائیں
- اس وقت کے لوگ اگلوں پر لعن طعن کرنے لگیں۔

تو لوگوں کو چاہیئے کہ پھر وہ ہر وقت عذابِ الٰہی کے منتظر ہیں خواہ سُرخ آندھی کی شکل میں آئے یا زلزلے کی شکل میں یا اصحابِ سبت کی طرح صورتیں مسخ ہونے کی شکل میں۔ (ترمذی۔ باب علامات الساعۃ)